بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:
عزیزِ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

رجب المرجب ۱۴۳۸ھ | مئی ۲۰۱۷ء | جلد نمبر ۴۱ شمارہ ۵

مجلس ادارت

مدیرِ اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

کوڈ نمبر ———— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

قیمت عام شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
$ 20 امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	ہمارا ماضی، حال اور مستقبل	محمد ادریس بستوی	۳
	تحقیقات		
علمی تحقیق	امام ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال میں ایک خیانت	مولانا نثار احمد خان مصباحی	۶
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں..............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۱
	نظریات		
فکر امروز	الجامعۃ الاشرفیہ کے سائے میں جذبات کا اظہار	ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی	۱۳
	اسلامیات		
شعاعیں	غیبت اور اس کے مہلک اثرات (آخری قسط)	سید شاہ محمد حسنین رضا قادری	۱۸
طرزِ عمل	شبِ براءت کی قدر کریں	غلام مصطفیٰ رضوی	۲۲
	صوفیات		
بزمِ تصوف	زہد کی حقیقت	توحید اشرف اعظمی	۲۴
	معمولات		
عالمِ اسلام	دوسری شادی اور طلاق	مولانا نور عالم نوری مصباحی	۲۶
	شخصیات		
انوار حیات	حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ (آخری قسط)	محمد ناصر منیری	۲۹
نقوش	سلطان المشائخ کا جشن دستار فضیلت	مولانا فہیم احمد ثقلینی	۳۳
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	رمضان المبارک اور اصلاحِ معاشرہ	مولانا اختر حسین فیضی/مولانا ساجد رضا مصباحی	۳۶
	ادبیات		
نقد و نظر	مجتہدینِ اسلام	مبارک حسین مصباحی	۴۰
خیابانِ حرم	نعتیں اور نذرِ اشرفیہ	سید محمد نور الحسن نور فتح پوری/فاخر جلال پوری/طفیل احمد مصباحی	۴۴
	وفیات		
سفرِ آخرت	پیر محمد علاء الدین صدیقی	مولانا محمد فروغ القادری	۴۵
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	شمسی قریشی/محمد خلیل مصباحی چشتی/نیاز احمد		۴۹
	سرگرمیاں		
رودادِ چمن	الجامعۃ الاشرفیہ میں جشن یومِ مفتی اعظم ہند/الجامعۃ الاشرفیہ میں ختم بخاری شریف		۵۱
خیر و خبر	مالو پور میں فیضان قرآن کانفرنس/میرا روڈ ممبئی میں غوثیہ تعلیمی کانفرنس/برکاتِ خواجہ کی رسمِ اجرا/پھلواری شریف میں تحفظِ سنیت کانفرنس/مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن میں جانِ ایمان کانفرنس/نیپال میں عظیم الشان عرس		۵۳

اداریہ

ہمارا ماضی، حال اور مستقبل

محمد ادریس بستوی

کسی قوم کا ماضی اس کی بنیاد ہوتی ہے اور حال اس کے جاہ و جلال یا نکبت و افلاس کا مظہر بنتا ہے اور اس قوم کا مستقبل اسی ماضی اور حال کے ردِ عمل میں عالمِ وجود میں آتا ہے، اسی لیے کسی قوم کے عروج و زوال کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے اس کے ماضی، حال اور مستقبل کو سمجھنا اور جاننا ضروری ہے۔

دنیا میں قوموں کے عروج و زوال کی داستانوں سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں، ہر قوم کے پاس عروج و زوال کے اسباب بھی طے ہیں اور ساری قومیں اسی اصول کی بنیاد پر اپنا لائحۂ عمل تیار کرتی ہیں، لیکن قومِ مسلم کو اپنے خود ساختہ کسی اصول کی بنیاد پر فتح و شکست، عروج و زوال، حکمرانی یا غلامی، کامیابی اور ناکامی طے کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ ان کے لیے سارا اصول قرآن و حدیث اور اسوۂ رسول ہے۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ دوسری قوموں کے پاس ان کے اصول (عمل) پریکٹیکل سے خالی ہیں۔ اس کے برخلاف مسلمانوں کے پاس پیغمبر کا اسوہ، صحابہ اور ائمہ کا عمل روزِ روشن کی طرح موجود ہے۔ اور جب تک مسلمان ان اصولوں پر کاربند رہا، جدھر رخ کیا فتح و نصرت اس کی قدم بوسی کرتی رہی اور جب سے اس نے ان اصول کو چھوڑ کر خود ساختہ ضوابط پر عمل کرنا شروع کر دیا، ذلت و خواری اس کا مقدر بن گئی۔

کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ مسلمان آج اُن اسلامی اصولوں کو چھوڑ کر غیروں کے بنائے ہوئے دستورِ حیات کو اپنے لیے ذریعۂ نجات سمجھ کر جو اس کی تباہی کا سب سے بڑا سبب ہے، اپنا رہا ہے۔

ہندوستان میں مسلمان ایک عرصہ تک حکمرانی کرتا رہا، مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ چند ہزار غیر ملکیوں نے مسلمانوں سے زمامِ اقتدار چھین کر ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا، انگریزوں کے ناجائز قبضہ سے برصغیر میں مسلمان قوم کی کمر ٹوٹ گئی، مگر ہندوستان میں بسنے والے ہندو، سکھ اور مسلمانوں کی متحدہ و مشترکہ کوششوں سے ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کو آزادی مل گئی، مگر انگریزوں نے جاتے جاتے اس ملک کے تین ٹکڑے (۱) ہندوستان (۲) مغربی پاکستان (۴) مشرقی پاکستان کر دیا جس سے مسلمانوں کی رہی سہی قوت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور ہندوستان میں مسلمان ایک ایسی اقلیت بن گیا جو اپنے بل بوتے پر کوئی فیصلہ لینے کا مجاز نہیں ہے۔

مسلمانوں کے زوال میں میر جعفر، میر صادق اور ان جیسے اسلام اور مسلم دشمن عناصر کا اہم رول رہا ہے۔ تاریخ کا ہر طالب علم اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر میر جعفر نے غداری نہ کی ہوتی تو مرشد آباد کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہی رہتی، اگر میر صادق نے ٹیپو سلطان سے غداری نہ کی ہوتی تو ریاست میسور کا خاتمہ نہ ہوتا اور یہ اسلامی حکومت باقی رہتی۔ بہادر شاہ ظفر کے سمدھی نے اگر انگریزوں سے ساز باز نہ کی ہوتی تو دہلی کا تخت و تاج مسلمانوں کے ہاتھ سے نہ جاتا۔

۱۹۴۷ء میں جب ہندوستان کو پروانۂ آزادی ملا تو اس وقت یہ بات اتفاقِ رائے سے طے پائی کہ اس ملک میں جمہوری نظام رائج ہو گا۔ اکثریت کی رائے سے یہاں کے ممبران پارلیامنٹ و اسمبلی منتخب کیے جائیں گے، جس وقت یہ بات طے ہو رہی تھی اسی وقت یہ واضح ہو گیا تھا کہ اس ملک میں کسی ایک کی اجارہ داری نہیں ہوگی۔ سب مل کر ایک سیکولر غیر جانب دار حکومت بنائیں گے۔ پچھتّر سال سے کچھ زیادہ کا عرصہ گذر گیا اور اب تک مرکزی اور صوبائی حکومتوں میں سب کی حصہ داری قائم رہی، مذہب کی بنیاد پر کوئی حکومت نہیں بنی لیکن ۲۰۱۴ء کے پارلیمانی الیکشن میں ایک مذہبی پارٹی مرکز پر قابض ہو گئی اور ۲۰۱۷ء میں اتر پردیش کے اسمبلی الیکشن میں اسی پارٹی کو زبردست کامیابی ملی جس نے ۴۰۳ میں ایک ٹکٹ بھی کسی مسلمان کو نہیں دیا تھا۔ وہ اپنی حلیف پارٹیوں کے ساتھ ۳۰۲ ممبران کو ایوانِ اقتدار تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئی۔

اتر پردیش میں بی جے پی اور اس کی حلیف جماعتوں کو ۳۰-۴۰ فیصد ووٹ ملا ہے اور ۶۰-۶۱ فیصد ووٹ سپا، بسپا، کانگریس اور دوسری چھوٹی پارٹیوں نے حاصل کیا ہے۔ یعنی اقتدار پر قابض بی جے پی سے ڈیڑھ گنا ووٹ سپا، بسپا، کانگریس، لوک دل کو ملا کر، مگر وہ اقتدار سے بہت دور چلی گئیں۔ پھر بھی یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ آخر بھاجپا جیسی فرقہ پرست پارٹی کو ۴۰ فیصد کے قریب ووٹ کیوں مل گیا۔ ۱۹۴۷ء سے فرقہ پرست

نائب ناظم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

قوتیں فرقہ پرستی کی بنیاد پر ووٹ مانگ رہی تھیں اور یہاں کے سیکولر ہندوؤں نے انھیں گھاس نہیں ڈالی تھی، آج اچانک یہ تبدیلی کیوں پیدا ہو گئی اس موقع پر مسلمانوں کو اپنے طرز عمل پر غور کرنا چاہیے۔

اتر پردیش کے موجودہ الیکشن میں کچھ پارٹیوں نے جن کی قیادت کا دعویٰ کلمہ گو لیڈر کرتے ہیں اور ان کے پروردہ لیڈران قصبوں، شہروں اور دیہاتوں میں ایسی تقریریں کر رہے تھے مانو وہ ہندوستان میں نہیں لاہور اور کراچی میں بول رہے ہیں۔ ان کا نعرہ تھا اپنی قیادت، اپنی حکومت، وزیر اعلیٰ ہم بنیں گے، مسلمانوں تم متحد ہو جاؤ، ان نعروں سے مسلمان متحد نہیں ہوا، لیکن سیکولر ہندو بھی فرقہ پرستوں کی گود میں چلا گیا۔ مسلمانوں کو یہ پارٹیاں متحد نہ کر سکیں بلکہ انھوں نے بڑی تعداد میں ہندوؤں اور ہندو جاتیوں کو متحد کر کے بھاجپا کی گود میں ڈال دیا۔ غور کیجیے! یہ کام کس نے کیا۔ گوشت روٹی ہم کو چاہیے، یہ نعرہ لگا کر ان پارٹیوں نے ہندوؤں کے جذبات کو ایسا برانگیختہ کیا کہ وہ مجبوراً بی جے پی کے ساتھ چلے گئے، جو کبھی نہیں گئے تھے وہ بھی چلے گئے، جو کبھی نہیں جا سکتے تھے وہ بھی چلے گئے، کیوں کہ ان پارٹیوں نے ایسے نعرے لگائے اور اپنے لوگوں سے ایسی بیہودہ تقریریں کرائیں کہ رد عمل میں ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد پہلی بار بھاجپا کے ساتھ ہو گئی۔

یہ الیکشن سماج وادی پارٹی کی حکومت میں ہوا لیکن ان مسلمان نام کی خود رو پارٹیوں نے خلافِ انسانیت اور خلافِ قانون جو تقریریں کیں ان پر حکومت نے کوئی خاص ایکشن نہیں لیا اور بھاجپا بھی خاموش رہی، مسلمانوں کی لیڈری کا دعویٰ کرنے والی پارٹیوں کے لیڈروں کی فرقہ پرستانہ تقریروں پر بھاجپا کی معنیٰ خیز خاموشی سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عاقبت نااندیش لیڈر بھاجپا کے منصوبوں کی تکمیل کر رہے تھے۔ نعرہ لگ رہا تھا "اپنی حکومت، اپنی قیادت، ہم وزیر اعلیٰ بنیں گے"۔ نادانوں نے یہ نہیں سوچا کہ وہ جب ۴۰۳ سیٹوں والی اسمبلی کے لیے ۲۰/۲۵ سیٹوں پر الیکشن لڑ رہے ہیں تو وزیر اعلیٰ کیسے بن سکتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ بننے کے لیے کم از کم ۲۰۲ سیٹ جیتنا ضروری ہے، اور یہ سب مل کر بھی ۵۰ سیٹ نہیں لڑ رہے تھے۔

ہندوستان کے کسی صوبہ کا مسلمان وزیر اعلیٰ ہونا ناممکن نہیں ہے اور اس سے پہلے بہار، آسام جیسے اہم صوبوں میں مسلمان وزیر اعلیٰ رہ چکے ہیں، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہوا جب مسلمانوں نے خود سیکولر بن کر سیکولر قوتوں سے ہاتھ ملایا۔ فرقہ پرستی کی بنیاد پر تو قیامت تک ان صوبوں میں مسلمان اقتدار میں نہیں آئے گا جہاں اس کی تعداد ۲۰/۲۵ فیصد ہے۔ اور پارلیمنٹ میں بھی یہ کوئی قوت حاصل نہیں کر سکے گا، البتہ جب فرقہ پرستی کی آندھی چلے گی تو فرقہ پرست قوتیں اسمبلیوں پر بھی قابض ہو جائیں گی اور پارلیمنٹ بھی انھیں کے ہاتھ میں ہوگی۔ آج ملک کا جو ماحول ہے اس کے لیے آر ایس ایس ۱۹۲۵ء سے کوشاں تھی اور اب ۹۲ سال کے بعد مسلمانوں کی ناسمجھی اور سیکولر پارٹیوں کے ہوس اقتدار نے آر ایس ایس کو کامیاب بنا دیا۔

(۱) آر ایس ایس کی خواہش کیا ہے؟ یہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اس کے عزائم کو ناکام کرنے کے لیے پہلے مسلمانوں کو اپنی ذہنی فکر بدلنی ہوگی اور سیکولر قوتوں کو ساتھ لینا ہوگا اور ان کا ساتھ دینا ہوگا۔

(۲) تمام سیکولر پارٹیوں کو غور کرنا ہوگا کہ ۳۹ فیصد ووٹ بھاجپا کو ملا اور ۶۰ فیصد ووٹ سیکولر قوتوں کو ملا۔ ۳۹ فیصد جیت گئے ۶۰ فیصد ہار گئے، اگر یہ ساٹھ فیصد اپنی جھوٹی ضد کو چھوڑ کر متحد ہو کر الیکشن لڑے ہوتے تو آج بھی بھاجپا حاشیہ پر ہوتی جیسا کہ بہار میں ہوا۔ مگر افسوس کہ ۳/۴ لوگ یہ بات دل میں بٹھائے ہوئے ہیں کہ وزیر اعلیٰ ہونے کے لائق ہم ہی ہیں۔ جب تک یہ خام خیالی دور نہیں ہوگی اس وقت تک اب یوپی میں سیکولر قوتیں کامیاب نہیں ہو سکتی ہیں۔

بھاجپا سے دو دو باتیں: بلاشبہہ اتر پردیش میں بھاجپا زبردست اکثریت سے ۳۲۵ سیٹوں کے ساتھ اسمبلی میں پہنچی ہے، لیکن اس کو یہ حقیقت فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ اسے ووٹ صرف ۴۰ فیصد ملا ہے اور ۶۰ فیصد اس کے خلاف ہو گیا ہے، اگر اس ۶۰ فیصد پر ۴۰ فیصد کی خواہش اور مرضی قاعدہ قانون کو نظر انداز کر کے مسلط کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا، صوبہ کی بھلائی اور ترقی اسی میں ہے کہ سب کا خیال اور لحاظ رکھا جائے اور کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوں۔

ہندوستان ایک کثیر المذاہب ملک ہے، اس ملک میں ہندو، مسلمان، بدھسٹ، کرسچین، سکھ، جین اور پارسی کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں لا مذہب لوگ آباد ہیں۔ جب تک یہ مختلف مذاہب کے ماننے والے متحد رہیں گے، یہ ملک آگے بڑھتا جائے گا اور اگر ان میں مذہب کی بنیاد پر جنگ شروع ہو گئی تو اس ملک کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔

نو سو سال تک اس ملک میں مسلمانوں نے حکومت کی اور باہمی اتحاد و اتفاق کا ایسا مظاہرہ ہوا کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

آزادی کے ستر سال بعد حالات تیزی سے بدل رہے ہیں، مرکز اور متحد صوبوں میں بھارتیہ جنتا پارٹی اقتدار حاصل کر چکی ہے اور یہ بات سبھی

مانتے ہیں کہ بھارتیہ جنتا پارٹی آر ایس ایس کا سیاسی بازو اور اس کی تربیت یافتہ جماعت ہے۔ ایسی صورت میں اگر بھارتیہ جنتا پارٹی کے آر ایس ایس کے منصوبوں کا نفاذ شروع کیا تو ملک میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے گا، اور اس خطرناک پروگرام کی آہٹ سنائی پڑنے لگی ہے۔ کہا جارہا ہے کہ پرائمری درجات کے اسکولوں میں وندے ماترم تمام لڑکوں کو گانا پڑے گا۔ پرنسپل بورڈوں کے ممبران کو اس کے اجلاس میں اسی گانے کے ورد کے لیے مجبور کیا جائے گا اور اس طرح کے بہت سارے منصوبوں کا اعلان کیا جارہا ہے، اگر ایسا کیا گیا تو ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی اور ہمارا پیارا ملک طوائف الملوکی کا شکار ہو جائے گا۔ اس لیے دانش مندی کا تقاضا ہے کہ ملک کے تمام باشندوں کے مذاہب کا احترام کرتے ہوئے کسی کو اس کے مذہب کے خلاف عمل کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

اوپر یہ ذکر آیا ہے کہ کچھ نام نہاد مسلم لیڈروں کی اشتعال انگیز تقریروں اور بیہودہ نعروں کی وجہ سے فرقہ پرستی کو فروغ حاصل ہوا، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ مستقبل میں فرقہ پرستی سے گریز کریں اور اس قبیل کے لیڈروں کو اپنی آبادیوں سے دور رکھیں، سیکولر غیر مسلموں سے روابط بڑھائیں اور باہمی میل جول سے ملک میں امن پسند اور سیکولر حکومتیں بنائیں۔

آج بھی غیر مسلموں کی اکثریت سیکولر ہے اس لیے کوئی مسلمان کسی حال میں یہ نہ کہے کہ سبھی ہندو ایک جیسے ہیں، یا سبھی سیاسی پارٹیاں ایک جیسی ہیں، ان میں جو فرق ہے وہ مسلمانوں کو سمجھنا ہوگا، اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ سبھی سیکولر پارٹیوں اور سیکولر قوتوں کو آپسی اختلاف بھلا کر کچھ لو کچھ دو کی پالیسی پر عمل کرنا پڑے گا اور انھیں فاشسٹ قوتوں سے مل کر مقابلہ کرنا پڑے گا۔

۲۰۱۷ء کے صوبائی الیکشن سے پہلے ہندوؤں کی بہت سی برادریوں کو یادو برادری سے زبردست شکایت پیدا ہوئی جس کی وجہ سے انھوں نے سماج وادی پارٹی کو خیرباد کہہ دیا، اسی طرح بہت سی پسماندہ درج فہرست اقوام کی جو بستیاں تھیں انھیں شیڈول کاسٹ کی لیڈر مایاوتی صاحبہ سے شکایت پیدا ہوئی اور الیکشن سے پہلے موریہ، نشاد، ملاح، بڑھئی اور اسی طرح کی سترہ اٹھارہ برادریاں اور ان کے لیڈر بسپا سے الگ ہو کر بھاجپا میں چلے گئے؟

محترم ملائم سنگھ اور محترمہ مایاوتی صاحبہ اور اسی کے ساتھ اکھلیش سنگھ اور اعظم خان کو اس کا تدارک کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم پر آنا ہوگا۔

☆☆☆

(ص:۲۵ر کا بقیہ)۔۔۔۔۔۔ وہ زاہد مطلق ہے اور وہ شخص جو دنیا کا تارک تو ہے لیکن آخرت میں ملنی والی نعمتیں،، محلات، حور و غلما، باغات اور طرح طرح کی آسائشوں کے حوالے سے رغبت رکھتا ہے، وہ بھی زاہد ہے لیکن اس کا درجہ زاہد مطلق سے کم ہے۔ حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لفظ زاہد کے ساتھ مخاطب کیا گیا تو فرمایا زاہد تو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ ان کے پاس دنیا ذلیل ہو کر آئی۔ علم: وہ علم جو زہد کے لیے نتیجہ کی حیثیت رکھتا ہے وہ اس بات کو جاننا ہے کہ جس چیز کو ترک کیا ہے وہ حاصل ہونے والی چیز کی نسبت حقیر ہے۔ جس طرح برف کے مقابلے میں جوہر باقی رہنے والا ہے، دنیا و آخرت کی مثال یہی ہے کہ دنیا اس برف کی طرح ہے جو دھوپ میں رکھی ہوئی ہے، وہی ختم ہونے تک پگھلتی رہتی ہے اور آخرت جوہر کی طرح ہے جو فنا نہیں ہوتا اس لیے دنیا و آخرت کے درمیان تفاوت بہت زیادہ ہے۔ زہد کے لیے صرف اتنا علم کافی ہے کہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے بسا اوقات معرفت کمزور ہونے کی وجہ سے انسان شیطان کے مکر و فریب میں آجاتا ہے نتیجۃً کف افسوس ملنا پڑتا ہے۔ دنیا کے حقیر و خسیس ہونے کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے، تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا تم فرما دو کہ دنیا کا برتنا تھوڑا ہے اور ڈر والوں کے لئے آخرت اچھی، آخرت کے نفیس ہونے کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے۔

ترجمہ: ان لوگوں نے کہا جن کو علم دیا گیا ہے تمھارے لیے ہلاکت ہو اللہ کے طرف سے ملنے والا ثواب بہتر ہے۔ زہد کا مطلب یہ ہے کی جس چیز میں زہد اختیار کیا جائے اس کو مکمل طور سے ترک کر دیا جائے اور وہ شی دنیا ہے اس کے ساتھ اسباب، مقدمات، لوازم اور متعلقات بھی شامل ہیں سب کی محبت دل سے نکال دیا جائے۔

(ملخصاً از احیاء العلوم)

قرآن مجید سے بندوں کی تین قسمیں معلوم ہوتی ہیں جو مندرجہ ذیل آیتوں سے مستفاد ہیں۔

ترجمہ: تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا، اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا۔

ترجمہ: ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ وہ تین قسمیں یہ ہیں۔ ۱- طالبان دنیا ۲- طالبان آخرت ۳- طالبان رضائے الٰہی عزوجل حقیقی زہد طلب رضائے مولیٰ عزوجل ہے اور یہ اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے اجتناب کے ساتھ دنیا کی محبت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے، اور اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرنا ہے۔ اللہ ہمیں حقیقی زہد اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

علمی تحقیق

دوسری قسط

امام ذہبی کی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں ایک خیانت

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف الحاقی ہے!!!

نثار احمد خان مصباحی

امام ابو حنیفہ کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ ان کی کنیت نام سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ اب اگر میزان کے نام والے حصے میں موجود یہ زیر بحث تعارف حافظ ذہبی نے لکھا ہوتا تو مذکورہ اصول کے مطابق کنیت والے حصے میں بھی امام ابو حنیفہ کا تذکرہ کنیت کے ساتھ ہونا چاہیے تھا، مگر ایسا نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ کی کنیت اتنی زیادہ مشہور ہونے اور ''ابو حنیفہ'' کنیت رکھنے والے دوسرے دو لوگوں کا تذکرہ ہونے کے باوجود باب الکنیٰ میں امام ابو حنیفہ کا تذکرہ نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ نام والے حصے میں ''نعمان بن ثابت'' کے نام کے ساتھ امام ابو حنیفہ کا یہ جو تعارف ہے وہ حافظ ذہبی نے نہیں لکھا ہے۔

علامہ محمد علی نیموی (۱۲۷۸ء-۱۳۲۲ھ) التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن میں لکھتے ہیں:

ومما يدل على انها الحاقية ان الذهبي لم يورد كنية الإمام في باب الكنى من الميزان علىٰ حسب عادته.[1]

''اس تعارف کے الحاقی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ذہبی نے میزان کے باب الکنیٰ میں اپنی عادت کے مطابق امام کی کنیت درج نہیں کی۔''

ایک شبہے کا ازالہ: یہاں کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے حافظ ذہبی سے سہو ہو گیا ہو اور کنیت والے حصے میں امام ابو حنیفہ کی کنیت چھوٹ گئی ہو۔ مگر یہ ایک نہایت کمزور اور ناقابلِ اعتبار شبہ ہے، اس لیے کہ:

۱- اس میں حافظ ذہبی کی طرف سہو کی نسبت ہے اور سہو و نسیان کی نسبت بغیر کسی قرینے یا دلیل کے نہیں کی جا سکتی اور وہ یہاں مفقود ہے۔

۲- اگر یہ کسی عام اور غیر مشہور راوی کی بات ہوتی تو یہ شبہہ اپنے ضعف کے باوجود کسی قدر چل سکتا تھا، مگر یہاں معاملہ امام ابو حنیفہ کا ہے جن کی کنیت نام سے حد درجہ زیادہ مشہور ہے، ہر کسی کے ذہن میں پہلے یہی کنیت آتی ہے، نام بعد میں آتا ہے، ایسا ہونا نہایت بعید ہے کہ ''ابو حنیف'' کنیت رکھنے والے دوسرے دو غیر مشہور بلکہ مجہول لوگ یاد آجائیں اور امام ذہبی باب الکنیٰ میں ان کی کنیت کے ساتھ ان کا ذکر بھی کریں مگر ''ابو حنیفہ'' کنیت رکھنے والے سب سے مشہور فرد کی کنیت بھول جائیں اور وہ باب الکنیٰ میں درج ہونے سے رہ جائے!!!

۳- حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال بس یوں ہی یک بارگی لکھ کر دوسروں کو نہیں دے دی تھی، پیچھے گذر چکا کہ انھوں نے تقریباً چار ماہ میں اسے لکھا، پھر چار سال کی طویل مدت میں کئی بار اس کی تصحیح و تنقیح کی اور حواشی کی صورت میں اضافہ کیا۔

چار سال میں بار بار تصحیح و تنقیح اور حاشیہ نویسی کے بعد یہ حد درجہ مستبعد ہے کہ حافظ ذہبی جیسے بالغ نظر امام سے امام ابو حنیفہ جیسے مشہور ترین امام کا مشہور تر نام ''ابو حنیفہ'' چھوٹ جائے۔!!!

حاصل یہ کہ یہ شبہ نہایت کمزور ہے جو اپنی توانائی میں تارِ عنکبوت سے ہمسری کے لائق بھی نہیں۔

(۵)- پیچھے گذر چکا کہ امام ابن حجر کی کتاب ''لسان المیزان'' کی اصل حافظ ذہبی کی ''میزان الاعتدال'' ہے۔ اسے اصل بنا کر حافظ نے ''لسان'' لکھی جس کا اظہار انھوں نے لسان المیزان کی ابتدا و انتہا اور دیگر مقامات پر خود بھی کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کا طریقۂ کار بھی ذکر کیا جا چکا کہ انھوں نے ''میزان'' سے صحاح ستہ کے رجال (یعنی تهذيب الكمال للمذی میں جن کا تعارف ہے) حذف کر دیے، اور باقی افراد کا میزان میں درج تعارف لفظ بلفظ باقی رکھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لسان المیزان میں امام ابو حنیفہ کا کوئی تعارف نہیں ہے، نہ نام والے حصے میں اور نہ ہی کنیت والے حصے میں۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے جن رجال کے تراجم حذف کیے ان میں بھی امام ابو حنیفہ کا نام کہیں نہیں ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہے کہ میزان الاعتدال میں امام ذہبی نے امام اعظم ابو حنیفہ کا کوئی تعارف نہیں لکھا تھا۔ کیوں کہ اگر ذہبی نے امام ابو حنیفہ کا تعارف لکھا ہوتا تو ''لسان المیزان'' میں موجود یا محذوف رجال میں کہیں تو امام ابو حنیفہ کا نام یا کنیت درج ہوتی۔ مگر نہ تو لسان المیزان میں موجود افراد میں کہیں امام ابو حنیفہ کا کوئی

تعارف ہے اور نہ ہی محذوف شدہ افراد میں کہیں آپ کا نام یا کنیت ہے۔

واضح رہے کہ امام ابن حجر نے جو رجال حذف کیے تھے ان کے ناموں کی ایک جامع اور مکمل فہرست انھوں نے لسان المیزان کے آخر میں لکھی ہے۔ یہ فہرست دینے کا فائدہ وہ خود بیان فرماتے ہیں:

"وفائدته امران: الأول: الاحاطة بجميع من ذكره المؤلف في الأصل. والثاني: ...."[۲]

"اس کے دو فائدے ہیں: پہلا یہ کہ مولف (ذہبی) نے اصل (یعنی میزان) میں جن کا تذکرہ کیا ہے، ان سبھی کا احاطہ ہو جائے۔" (پھر امام ابن حجر نے دوسرا فائدہ بیان کیا ہے)۔

غرض کہ حافظ ذہبی نے میزان میں کس کا تعارف لکھا ہے اور کس کا نہیں یہ جاننے کا ایک مستند ذریعہ امام ابن حجر کی کتاب "لسان المیزان" ہے اور لسان المیزان سے یہ بالکل واضح ہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام ابو حنیفہ کا کوئی تعارف نہیں لکھا تھا۔

فائدہ: ـــ کبھی کبھی ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان کی تصنیف میں حافظ ذہبی کے الفاظ من وعن نقل کرنے کی پابندی کیوں کی؟ جب کہ وہ اگر چاہتے تو ذہبی کا پابند ہونے کی بجائے نئی آب وتاب کے ساتھ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھ سکتے تھے؟

ہمارے خیال سے اس کی وجہ لسان المیزان کا زمانۂ تصنیف ہے۔ رمضان ۸۰۵ھ میں وہ اس کی تصنیف سے فارغ ہو گئے، جب ان کی عمر محض ۳۲ر سال تھی۔ پھر اپنی حیات کے آخری سال (۸۵۲ھ) تک مختلف مواقع پر اس میں حذف واضافہ اور تصحیح وتنقیح کرتے رہے۔[۳]

انھوں نے اس کی تصنیف شروع کب کی؟ اس کی صراحت نہیں ملتی۔ البتہ ان کے ایک بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جب اسے لکھا اس وقت تک اِن علوم میں انھیں وہ بلندی حاصل نہیں تھی جو بعد میں ملی۔ اور اسی وجہ سے انھیں اس کی تصنیف میں ذہبی کا پابند ہونا پڑا۔ وہ فرماتے ہیں:

لو استقبلت من امری ما استدبرت لم اتقيد بالذهبي ولجعلته كتابا مبتكرا. اھ[۴]

"اگر مجھے پہلے وہ درجہ حاصل ہوا ہوتا جو بعد میں ملا تو میں ذہبی کا پابند نہ ہوتا اور اسے (یعنی لسان کو) ایک نئی (مستقل) کتاب بناتا۔"

حاصل یہ کہ حافظ نے اپنی نو عمری میں اپنی علمی حیثیت دیکھتے ہوئے اس کی تصنیف میں ذہبی کے الفاظ وعبارات کی پابندی بہتر سمجھی، اور اسی وجہ سے ایک نئے اور عجیب طرز پر انھوں نے اسے تصنیف کیا جس کے اپنے بھی بہت سے فائدہ ہیں، مثلاً:

۱- ذہبی نے میزان میں کسے ذکر کیا اور کسے نہیں، اس کا فیصلہ لسان سے بھی ہو سکتا ہے۔

۲- میزان الاعتدال کی تصحیح لسان المیزان کے معتمد مخطوطوں سے بھی ہو سکتی ہے۔

۳- ذہبی نے کس کے تعارف میں کون سا لفظ کہاں استعمال کیا، اس کا علم بھی ہو سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ائمہ ومحدثین کی تصریحات: حافظ ذہبی کے بعد آنے والے کئی معتمد علما ومحدثین نے یہ صراحت کی ہے کہ حافظ ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں ائمۂ متبوعین میں سے کسی کا تذکرہ وتعارف نہیں لکھا ہے۔

(۱) - حافظ ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم عرقی (حافظ عراقی) اصولِ حدیث کی اپنی منظوم کتاب "الفية في علوم الحديث" کی شرح "التبصرة والتذكرة" میں لکھتے ہیں:

"واجعل من عنايتك معرفة الثقات والضعفاء فهو من اجل انواع الحديث فإنه المرقاة إلى التفرقة بين صحيح الحديث و سقيمه. و فيه لأئمة الحديث تصانيف — منها ما افرد في الضعفاء و صنف فيه البخاري والنسائي والعقيلي والساجي و ابن حبان والدار قطني والازدي و ابن عدي، و لكنه ذكر في كتابه الكامل كل من تكلم فيه و ان كان ثقة، وتبعه على ذلك الذهبي في الميزان الّا انه لم يذكر احدا من الصحابة والأئمة المتبوعين وفاته جماعة ذيلت عليه ذيلا في مجلد". اھ[۵]

"ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان پر توجہ دو۔ یہ علوم حدیث کی اہم ترین اقسام میں سے ہیں، اس لیے کہ اسی کے ذریعہ صحیح اور غیر صحیح حدیثوں میں امتیاز ہوتا ہے۔ اس (فن) میں ائمۂ حدیث کی متعدّد تصنیفات ہیں۔ ان میں کچھ وہ ہیں جو صرف ضعیف راویوں کے بیان میں ہیں۔ اس میں (یعنی ضعیف رُواۃ کے بیان میں) بخاری، نسائی، عقیلی، ساجی، ابن حبان، دارقطنی، ازدی اور ابن عدی نے کتاب لکھی۔ البتہ ابن عدی نے اپنی کتاب "الکامل" میں ہر اس راوی کا تذکرہ کیا ہے جس پر کلام ہے، اگر چہ وہ راوی ثقہ ہے۔ اور ذہبی نے "میزان" میں انھیں کی پیروی کی ہے مگر صحابہ اور ائمۂ متبوعین میں سے کسی کا تذکرہ

نہیں کیاہے۔اور ان سے (ضعفاکی) ایک جماعت کاتذکرہ چھوٹ گیاتھا (اس لیے) میں نے ایک جلد میں اس کاذیل لکھاہے۔"

(۷)-امام شمس الدین سخاوی مصری (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) اپنی مشہور کتاب "فتح المغيث في شرح الفية الحديث" میں لکھتے ہیں:

"انه (أي الذهبي) تبع ابن عبدي في ايراد كل من تكلم فيه ولو كان ثقة . لكنه التزم أن لا يذكر احدا من الصحابة و لا الأئمة المتبوعين." اھ(۶)

"ذہبی نے ہر متکلّم فیہ راوی کاتذکرہ کرنے کے معاملے میں ابنِ عدی کی پیروی کی ہے، اگرچہ وہ راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہو۔لیکن انھوں نے صحابہ اور ائمہ متبوعین میں سے کسی کابھی تذکرہ نہ کرنے کاالتزام برتاہے۔"

یعنی انھوں نے میزان الاعتدال میں صحابۂ کرام اور ائمۂ متبوعین میں سے کسی ایک فرد کابھی تذکرہ نہیں کیاہے۔

(۸)-امام جلا الدین سیطی شافعی (۸۴۹ھ - ۹۱۱ء) اپنی کتاب "تدر یب الراوی" میں لکھتے ہیں:

"معرفة الثقات والضعفاء : هو من اجل الأنواع ، فيه يعرف الصحيح والضعيف و فيه تصانيف كثيرة لأئمة الحديث. منها : مفرد في الضعفاء ككتاب البخاري والنسائى والعُقيلي والدار قطني والساجي و ابن حبان والازدى. و "الكامل" لابن عدي، إلّا انه ذكر كل من تكلم فيه و إن كان ثقة ، وتبعه علىٰ ذلك الذهبي في الميزان إلّا انّه لم يذكر احدًا من الصحابة والأئمة المتبوعين."اھ(۷)

"ثقہ اور ضعیف راویوں کی پہچان، یہ علومِ حدیث کی اہم ترین اقسام میں سے ہے۔اسی میں صحیح اور ضعیف حدیث کی پہچان ہوتی ہے۔اور اس فن میں ائمۂ حدیث کی کثیر تصنیفات ہیں جن میں سے کچھ وہ ہیں جو صرف ضعیف راویوں کے بیان میں ہیں۔جیسے بخاری، نسائی، عقیلی، دار قطنی، ساجی، ابنِ حبان اور ازدی کی کتابیں۔اور ابنِ عدی کی "الکامل"۔البتہ انھوں نے اس میں ہر متکلّم فیہ راوی کاتذکرہ کیاہے اگرچہ وہ ثقہ ہے۔اور اس معاملے میں ذہبی نے میزان الاعتدال میں انھیں کی پیروی کی ہے، مگر صحابہ اور ائمۂ متبوعین میں سے کسی ایک فرد کابھی تذکرہ نہیں کیاہے۔"

حافظ عراقی، حافظ سخاوی اور حافظ سیوطی کی یہ تصریحات تمام ائمۂ متبوعین کو عام ہیں جس کے عموم میں امام ابو حنیفہ بھی داخل ہیں۔اس کی مزید تائید امیر صنعانی کی اس تصریح سے ہوتی ہے جو اس مسئلے میں ہماری ایک مستقل دلیل ہے اور جس کاتذکرہ ہم چند سطروں کے بعد کریں گے۔

علامہ عبد الحی فرنگی محلی لکھنوی مذکورہ بالا تینوں جلیل القدر ائمۂ حدیث کی یہ تینوں تصریحات، اختصار کے ساتھ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"فهذه العبارات من هولاء الثقات الذين قد مرّت انظارهم على النسخ الميزان الصحيحة مرات تنادى باعلى النداء الى انه ليس في حرف النون من الميزان اثر لترجمة أبي حنيفة النعمان. فلعلّها من ز يادات بعض الناسخين والناقلين في بعض نسخ الميزان." اھ(۸)

یہ مستند حضرات جن کی نظریں میزان کے صحیح نسخوں پر بارہا گزری ہیں، ان کی یہ عبارتیں اس بات کا برملا اعلان کر رہی ہیں کہ میزان الاعتدال کے حرف نون میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے تعارف وترجمے کاکوئی نام ونشان نہیں۔شاید یہ "میزان" کے کسی نسخے میں کسی کاتب وناقل کااضافہ" ہے۔

(۹)-شیخ محمد بن اسماعیل حسنی "امیر صنعانی" (۱۰۹۹ھ-۱۱۸۲ھ) نے امام ابوحنیفہ کانام لے کر لکھاہے کہ "میزان الاعتدال" میں امام ابوحنیفہ کاتعارف نہیں ہے۔وہ اپنی کتاب "توضيح الافکار" میں لکھتے ہیں:

"لم يترجم لأبي حنيفة في الميزان."اھ(۹)

"میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہ کاتعارف نہیں ہے۔"

یہ نام بنام تصریح اس بات کی روشن دلیل ہے کہ میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں میں پایاجانے والا امام ابوحنیفہ کاتعارف الحاقی ہے۔واضح رہے کہ حافظ عراقی، امام سخاوی، امام سیوطی اور امیر صنعانی یہ وہ اصحاب علم وتحقیق ہیں جنھوں نے میزان الاعتدال کے صحیح اور قابل اعتماد مخطوطے بارہا پڑھے ہیں اور پھر یہ شہادت دی ہے کہ "میزان" میں امام ابوحنیفہ بلکہ ائمۂ متبوعین میں سے کسی کا تعارف نہیں ہے۔اس مسئلے میں اِن حضرات میں سے ہر فرد کی گواہی اکیلے کافی تھی۔اور اب ان کی مجموعی شہادت کے بعد اس جزم ویقین سے کوئی چیز مانع نہیں رہی کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام ابوحنیفہ کاکوئی تعارف نہیں لکھاتھا اور مطبوعہ نسخوں میں پایاجانے والا تعارف بعد میں کسی نے لکھ کر "میزان" میں داخل کردیاہے۔

چوں کہ ہمارا سلسلۂ کلام میزان الاعتدال کے قلمی نسخوں اور مخطوطوں تک دراز ہوگیاہے، اس لیے اب اس جہت سے بھی ایک

تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

اہلِ علم جانتے ہیں کہ پرانی کتابوں کے سبھی مخطوطے صحیح اور بھروسے کے لائق نہیں ہوتے، بلکہ ان میں سے کچھ ہی قلمی نسخے صحیح اور قابلِ اعتماد ہوتے ہیں، جب کہ کچھ نسخے صحت کے فقدان یا مجہول ذرائع سے حاصل ہونے کی بنیاد پر نا قابلِ اعتماد ہوتے ہیں۔

حافظ ذہبی کی میزان الاعتدال بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

(۱۰)- علماے محققین کی تحقیق و تجزیے میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ میزان الاعتدال کے صحیح اور قابلِ اعتماد قلمی نسخوں میں امام ابو حنیفہ کا یہ تعارف موجود نہیں۔ اور یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ حافظ ذہبی نے میزان میں امام ابو حنیفہ کا تعارف نہیں لکھا تھا، کیوں کہ اگر انھوں نے لکھا ہوتا تو ان صحیح اور معتمد مخطوطوں میں ضرور موجود ہوتا۔

علامہ عبد الحی لکھنوی اپنی کتاب "امام الکلام" کے حاشیہ "غیث الغمام" میں اس زیرِ بحث تعارف کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان هذه العبارة ليست لها اثر في بعض النسخ المعتبرة على ما رايتها بعيني. اه[10]

"(میزان الاعتدال کے) کچھ معتبر مخطوطوں میں اس عبارت کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، جیسا کہ میں نے خود انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

علامہ محمد علی (ظہیر احسن شوق) نیموی لکھتے ہیں:

"هذه الترجمة لم توجد في النسخ الصحيحة من الميزان."اه[11]

"میزان الاعتدال کے صحیح مخطوطوں میں یہ تعارف موجود نہیں۔"

جب میزان کے صحیح اور قابلِ اعتماد قلمی نسخوں میں یہ تعارف موجود نہیں تو اسے میزان کا حصہ کس بنیاد پر مانا جا سکتا ہے؟؟ بلکہ صحیح اور معتمد نسخوں میں اس کا تعارف نہ ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ میزان الاعتدال کا حصہ نہیں ہے۔

اب ہم ماضی قریب کے عالمی شہرت یافتہ محقق شیخ عبد الفتاح ابو غدّہ حنفی کی ایک نادر تحقیق پیش کرتے ہیں جنھوں نے اس موضوع کو عرشِ تحقیق تک پہنچا دیا ہے۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدّہ نے اس زیرِ بحث تعارف کی حقیقت جاننے کے لیے میزان الاعتدال کے کئی قابلِ اعتماد مخطوطے دیکھے اور پھر اپنی تحقیق علامہ عبد الحی لکھنوی کی کتاب "الرفع والتکمیل" کی تعلیقات میں درج کر دی، جس کے بعد اس معاملے میں حق آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا۔

ہم ان کی تحقیق اپنی ترتیب و تہذیب اور جزوی افادات کے ساتھ اپنے انداز میں یہاں درج کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ گذشتہ صفحات کی ہماری بعض دلیلیں انھیں کی تحقیق سے مستفاد ہیں۔

دنیا کی مختلف لائبریریوں میں آج بھی میزان الاعتدال کے ایک سے بڑھ کر ایک صحیح اور معتمد مخطوطے موجود ہیں۔ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے ان میں سے چار اہم ترین مخطوطے دیکھے تو ان میں سے کسی میں بھی امام ابو حنیفہ کا مذکورہ بالا تعارف موجود نہیں۔

(۱۱)-پہلا مخطوطہ: یہ مخطوطہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کے آبائی وطن شہر حلب ملک شام (سوریا) کی لائبریری المكتبة الأحمدية میں محفوظ ہے، اس کا نمبر ۳۷۷ ہے۔ یہ ایک بڑی جلد میں مکمل میزان الاعتدال کا ایک جید اور عمدہ نسخہ ہے، جسے ۱۱۶۰ھ میں شیس ابن مشمشان علی بن محمد نے لکھا ہے۔ انھوں نے ۷۷۷ھ میں لکھے گئے ایک مخطوطے سے اسے نقل کیا ہے۔ واضح رہے کہ حافظ ذہبی کی وفات ۷۴۸ھ میں ہوئی ہے۔ یعنی شیخ ابن مشمشان نے جس مخطوطے سے اسے نقل کیا ہے وہ حافظ ذہبی کی وفات کے محض ۲۹/ سال بعد لکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے شیخ ابن مشمشان کے ہاتھوں لکھا گیا یہ مخطوطہ کافی اہمیت کا حامل ہے۔

میزان الاعتدال کے اس اہم مخطوطے میں امام ابو حنیفہ کا کوئی تعارف نہیں ہے۔[12]

(۱۲)-دوسرا مخطوطہ: یہ مخطوطہ محدثِ حلب حافظ سبط ابن العجمی (متوفی ۸۴۱ھ) کا لکھا ہوا ہے۔ انھوں نے ۷۸۹ھ میں اسے میزان الاعتدال کے ایک ایسے نسخے سے نقل کیا ہے جس کا مقابلہ اور تصحیح خود مصنف امام ذہبی کے نسخے سے کیا گیا ہے اور اس نسخے پر حافظ ذہبی کی تحریر بھی درج ہے، یعنی حافظ سبط ابن العجمی کا مخطوطہ اعتبار و استناد کے معاملے میں حافظ ذہبی کے اصل نسخے جیسا تو نہیں مگر اس کے قریب ضرور ہے۔

حافظ سبط ابن العجمی کے اس نسخے میں بھی امام ابو حنیفہ کے تعارف و ترجمے کا کوئی نام و نشان نہیں۔[13]

نوٹ: شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ مخطوطہ کہاں اور کس لائبریری میں ہے۔

(۱۳)-تیسرا مخطوطہ: یہ مخطوطہ امام ذہبی کے ایک مشہور شاگرد علامہ حافظ شرف الدین عبد اللہ الوانی الدمشقی نے لکھا ہے۔ ان کی

وفات حافظ ذہبی کی وفات کے بعد والے سال یعنی ۷۴۹ھ میں ہوئی۔

حافظ شرف الدین الوانی نے اسے "المیزان" کے مصنف امام ذہبی کے ذاتی اور اصل نسخے سے نقل کیا ہے اور نہ صرف نقل کیا ہے بلکہ مکمل تین بار پڑھ کر اسے حافظ ذہبی کو سنایا اور ان کے اصل نسخے سے مقابلہ اور تصحیح کی ہے۔ یعنی استناد اور اعتبار کے معاملے میں یہ مخطوطہ حافظ ذہبی کے اصل نسخے کا درجہ رکھتا ہے۔

حافظ شرف الدین نے غالباً اسے تین جلدوں میں لکھا تھا۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ لکھتے ہیں:

وقد رجعت إلى المجلد الثالث من ميزان الاعتدال المحفوظ في ظاهرية دمشق تحت الرقم (٣٦٨- حديث)-وهو جزء نفيس جدا. يبتدئ بحرف الميم و ينتهى بآخر الكتاب . وكله بخط العلامة الحافظ شرف الدين عبد الله بن محمد الوانى الدمشقى المتوفى سنة ٧٤٩ھ تلميذ مولفه الذهبي رحمهما الله تعالىٰ وقد قرأه عليه ثلاث مرات مع المقابلة بأصل الذهبي، كما صرح بذلك في ظهر الورقة ١٠٩ و ظهر الورقة ١٥٩ - وفي غير مواطن منه تصريحات كثيرة بالقراءة والمقابلة أيضا.

فلم اجد فيه ترجمة للإمام أبي حنيفة النعمان في حرف النون ولا في الكنىٰ. اھ[۱۴]

"میں نے میزان الاعتدال کی تیسری جلد دیکھی جو دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں حدیث کے کالم میں ۳۶۸ نمبر کے تحت محفوظ ہے۔ یہ ایک بہت عمدہ نسخہ ہے جو حرف میم سے شروع اور کتاب کے خاتمے پر ختم ہے۔ یہ پورا مخطوطہ امام ذہبی کے شاگرد علامہ حافظ شرف الدین عبد اللہ ابن محمد الوانی الدمشقی متوفیٰ ۷۴۹ھ کی تحریر میں ہے۔ حافظ شرف الدین نے حافظ ذہبی کے اصل نسخے سے مقابلہ اور تصحیح کے ساتھ اِسے تین بار حافظ ذہبی کی خدمت میں پڑھا ہے، جیسا کہ اس کی صراحت انھوں نے ورق نمبر ۱۰۹/ر اور ورق نمبر ۱۵۹/ر کی پشت پر کی ہے۔ اِن دو کے علاوہ بھی کئی جگہوں پر قراءت اور مقابلے کی کثیر تصریحات ہیں۔

تو میں نے اس نسخے کے حرف نون میں امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا کوئی تعارف پایا اور نہ ہی باب الکنیٰ میں"

حاصل یہ کہ میزان الاعتدال کا یہ حد درجہ قابلِ اعتماد و استناد مخطوطہ بھی امام ابو حنیفہ کے تعارف و ترجمے سے خالی ہے، جو اِس بات کا نہایت قوی اور پختہ ثبوت ہے کہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں امام ابو حنیفہ کا کوئی تعارف نہیں لکھا ہے۔

---

(١)-التعليق الحسن على آثار السنن للنيموى، باب ترك القراءة خلف الإمام في الصلوات كلها، ص:١٧٩، مطبوعه: المكتبة المدينه، ديو بند، طبع أول، ١٤٢٣ھ.

(٢)-لسان الميزان، خاتمه، ج:٩، ص:٥٠٤.

(٣)-تفصیل کے لیے دیکھیں: لسان الميزان، جلد اول، ص:١٢١، مقدمة الشيخ عبد الفتاح ابو غده، المبحث العاشر.

(٤)-الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الاسلام ابن حجر، حصه دوم، ص:٦٥٩.

(٥)-التبصرة والتذكرة مبحث: معرفة الثقات والضعفاء، جلد سوم، ص:٢٦٠. (مع فتح الباقي في شرح الفية العراقي لشيخ الإسلام زكريا الأنصاري) تصحيح و تعليق: محمد بن الحسين العراق، مطبوعه: دار الكتب العلمية، بيروت. سن ندارد.

نوٹ: حافظ عراقی نے یہ صراحت "ذيل ميزان الاعتدال" کی ابتدا میں بھی کی ہے۔ دیکھیں: "ذيل على ميزان االاعتدال" ص:٢٣. تحقيق و تعليق : صبحى البدرى السامرائى، ناشر: عام الكتب، بيروت، طبع اول ١٤٠٧ھ/ ١٩٨٧ء.

(٦)-فتح المغيث، مصنف: امام سخاوي، جلد چهارم، ص:٤٣٣، مطبوعه: مكتبه دار المنهاج، رياض. سعودى عرب. طبع اول ١٤٢٦ھ.

(٧)-تدريب الراوى في شرح تقريب النواوى، النوع الحادى والستون، ص:٦١٨، مطبوعه: قديمى كتب خانه، مقابل آرام باغ، كراچى (پاكستان)، سن ندارد.

(٨)-غيث الغمام على امام اللام. ص:١٤٦

(٩)-توضيح الأفكار لمعانى تنقيح الأنظار، جلد دوم، ص:٢٧٧، مطبوعه: المطبعة السلفية، المدينة المنورة، سن ندارد.

(١٠)-غيث الغمام على امام اللام. ص:١٤٦.

(١١)-التعليق الحسن على آثار السنن، ص:١٧٩.

(١٢)-الرفع والتكميل في جرح والتعديل للكنوي، مع تعليقات الشيخ عبد الفتاح ابو غدّه، تعليقات: ص:١٢٢-١٢٣، مطبوعه دار البشائر السلامية، بيروت. طبع شم، ١٤٢٥ھ/ ٢٠٠٤ء

(١٣)-تعليقات على الرفع والتكميل، ص:١٢٦.

(١٤)-تعليقات على الرفع والتكميل، ص:١٢٦.

جاری

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماے کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں؟

(۱)-گٹھیا کے مریض، بیمار شخص، قیام کرنے سے تکلیف میں مبتلا ہونے والا وغیرہ ایسا شخص جو پیر پھیلا کر بیٹھ تو سکتا ہے مگر پیر موڑ نہیں سکتا، کیا وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرسکتا ہے؟

(۲)-کن حالات میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

(۳)-قمیص، شرٹ، کرتے کی آستین یا پاجامہ یا پینٹ کا پائنچے کو موڑ کر نماز پڑھنے سے کیا نماز ادا ہوجائے گی؟

مہربانی کرکے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب

(۱)-سوال سے ظاہر ہے کہ یہ شخص قیام ورکوع پر قادر ہے اور سجدہ وجلسہ وقعدہ سے عاجز ہے، اگر واقعی مریض کا حال ایسا ہی ہے تو وہ قیام و رکوع کرے کہ یہ دونوں فرض ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ نیز ارشادِ ربانی ہے: وَارْكَعُوْا۔ لہٰذا قیام اور رکوع کا فرض معروف طریقے پر ادا کرے، جیسا کہ مسلمان ادا کرتے ہیں۔

اور سجدہ وجلسہ وقعدہ معروف طریقے پر ادا کرنے سے عاجز ہے تو اس کے لیے کرسی پر بیٹھ سکتا ہے کہ مجبوری کی وجہ سے ممنوعات، مباح ہو جاتے ہیں۔ کرسی پر بیٹھنے کی صورت میں سجدہ اشارے سے کرے اور کرسی وہ ہو جو جگہ کم گھیرے، بغیر دستے کی کرسیاں ایسی ہی ہوتی ہیں، اس طرح کی کرسی سے صف تقریباً جڑی رہتی ہے اور وصلِ صف میں کوئی خاص خلل نہیں واقع ہوتا، گھر میں تنہا سنن ونوافل پڑھے تو چوڑی کرسی میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲)-بعض حالات کا تو ذکر ہوا، اس طرح کے حالات میں کچھ نماز کھڑے ہو کر اور کچھ نماز کرسی پر بیٹھ کر ادا کی جائے گی۔

اور اگر ضعفِ شدید، یا ضعف کمر یا پولیو وغیرہ کی وجہ سے قیام سے عاجز ہو تو بھی کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی، یوں ہی یہ بھی جائز ہوگا کہ زمین پر بیٹھ کر پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳)-نماز تو ہو جائے گی، یعنی فرض ادا ہو جائے گا، لیکن آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہو تو نماز مکروہ تحریمی، واجب الاعادہ ہوگی اور میں سمجھتا ہوں کہ پینٹ یا پاجامے کے پائنچے اوپر کی طرف سے مڑے ہوں تو اس کا حکم بھی یہی ہے کہ یہ خلافِ عادت کفِّ ثوب ہے، چناں چہ صحاحِ ستہ میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

امرت أن اسجد علی سبعة أعضاء وأن لااكفّ شعراً ولا ثوبًا. مجھے حکم دیا گیا کہ سات اعضا پر سجدہ کروں اور یہ کہ نہ بال موڑوں نہ کپڑا۔ حلیہ میں ہے:

ينبغي ان يكره تشميرها إلى مافوق نصف السّاعد لصدق كفّ الثوب علىٰ هذا. اھ

والله تعالىٰ أعلم

پے ٹی ایم یا کریڈٹ یا ڈیبٹ کارڈ کے ذریعہ خرید وفروخت کا حکم

دار الافتا اشرفیہ مبارک پور کے مفتیانِ کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ ہند میں کرنسی کا جو مسئلہ ہوا ہے اور آنے والے دنوں میں بھی جو نظام ملک میں بنایا جارہا ہے اور وہ یہ کہ تمام خرید وفروخت کے معاملات تھرڈ پارٹی مثلاً بینک، Paytm وغیرہ کے ذریعہ سے ہو گئے ہیں، یہاں تک کہ ٹیکسی کا کرایہ، کرانے کی دوکان سے روز مرّہ کی ضروری اشیا کی خرید وفروخت وغیرہ اب انھیں ذریعوں سے ہو رہی ہے۔ خریدنے والا انٹرنیٹ پر بینک کے ذریعہ یا Paytm موبائل اپلیکیشن کے ذریعہ یا بینک کی طرف سے دوکاندار کو دیے گئے سوائپ مشین میں ڈیبٹ کارڈ یا کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ سے دوکاندار کو رقم (قیمت) ادا کرتا ہے۔

تھرڈ پارٹی (بینک/Paytm وغیرہ) ان سروس (خدمات) کے بدلے 1.4٪ to 2٪ سروس چارج وصول کرتی ہیں۔ یہ سروس چارج

دوکاندار چاہے تو خود ادا کریں یا گراہک سے وصول کر کے بینک کو ادا کریں۔

عرض خدمت یہ ہے کہ ہمیں اسکول کی فیس وصول کرنے میں دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ ہم تھرڈ پارٹی کے ذریعہ اپنے اسکول میں زیر تعلیم طلبہ کے سرپرستوں کو فیس کی ادائیگی کے لیے سوائپ مشین، آن لائن فیس کی ادائیگی/Paytm سے فیس کی ادائیگی کی سہولتیں دینا چاہتے ہیں تو کیا اس کے عوض تھرڈ پارٹی کو ہم سروس چارج ادا کریں یا سرپرستوں سے وصول کر سکتے ہیں؟

مفتیانِ کرام کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اس بارے میں رہ نمائی فرمائیں، کیا اس طریقۂ کار سے اسکول کی فیس تھرڈ پارٹی کی مدد سے سرپرستوں سے وصول کی جا سکتی ہے؟

الجواب

آپ اپنے اسکول کے طلبہ اور ان کے سرپرستوں کو آن لائن فیس کی ادائیگی کی سہولتیں دے سکتے ہیں اور وہ لوگ بھی تھرڈ پارٹی کے ذریعہ سوائپ مشین یا پے ٹی ایم (Paytm) سے فیس ادا کر سکتے ہیں، اس میں شرعاً کوئی مضایقہ نہیں۔

رہ گئی یہ بات کہ تھرڈ پارٹی کا سروس چارج کون ادا کرے؟

تو عرض ہے کہ اس بارے میں عدل و احسان کے دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں۔ آپ ان کے لیے آن لائن فیس کی ادائیگی کی سہولیات مہیا کر دیں، آگے ان کی مرضی، چاہیں تو ان سہولیات کو اپنائیں اور چاہیں تو اسکول میں حاضر ہو کر کیش ادا کریں۔

ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے تھرڈ پارٹی کا سہارا لیں اور سوائپ مشین وغیرہ کے ذریعہ آن لائن فیس ادا کریں تو اس صورت میں اصولی طور پر سروس چارج کی ادائیگی ان کے ذمہ لازم ہوتی ہے، کیوں کہ تھرڈ پارٹی فی الواقع اجیر مشترک ہے جو اجرت پر کام کرتی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے تو ان سے آن لائن روپے بھیجنے کا معاملہ کرنا شرعی نقطۂ نظر سے عقد اجارہ ہے اور یہ معاملہ کرنے والے مواجر اور سروس چارج اجرت اور اجرت مؤاجر کے ذمہ لازم ہوتی ہے، اس لیے آن لائن روپے بھیجنے والوں پر ہی یہ اجرت واجب ہے۔ یہ تو نظامِ عدل کے مطابق ہوا۔

اور احسان یہ ہے کہ آپ سروس چارج کی مقدار فیس کم کر کے خود ہی وہ چارج ادا کریں۔ یہ احسان ایک وسیع دروازہ ہے جس کو شریعت نے ممکن حد تک سب کے لیے کھول رکھا ہے۔ اس سے اسکول کا فائدہ یہ ہوگا کہ طلبہ کثرت سے اس کی طرف راغب ہوں گے اور اسکول کا مالی فائدہ نسبتاً بہت بڑھ جائے گا۔

آپ نے لکھا ہے کہ روز مرہ کی ضروری اشیا کی خرید و فروخت میں دوکاندار کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو سروس چارج ادا کرے اور چاہے تو گراہک سے وصول کر کے ادا کرے، یہاں بھی وہی نظام کار فرما ہے، یعنی نظامِ عدل یا نظامِ احسان۔

مگر یہ بات مخفی نہ رہے کہ جو دوکان دار احسان کی روش اپناتے ہیں وہ زیادہ فائدے میں رہتے ہیں، کیوں کہ اس کی وجہ سے خریداروں کی رغبت بڑھ جاتی ہے اور وہ ایسی دوکانوں کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد بنانے کے لیے دیوبندیوں سے زمین خرید سکتے ہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ ایک علاقہ جہاں دیوبندی کثیر تعداد میں ہیں اور سنی عوام کم ہیں اور اس علاقہ میں سنیت کے فروغ و حفاظت کے لیے مسجد بنانی ہے، فی الوقت وہاں کوئی سنی مسجد نہیں ہے اور اس علاقہ کی ساری زمین دیوبندیوں کی ہے۔ تو کیا مسجد بنانے کے لیے دیوبندی سے زمین خرید سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

جو لوگ دیوبندی مذہب کے کفری عقائد اور احکام سے اچھی طرح آگاہ ہوں، جن کی تفصیل حسام الحرمین اور منصفانہ جائزہ وغیرہ میں موجود ہے، پھر بھی اسے حق سمجھیں، حق مانیں، اسے قبول کریں، وہ حقیقت میں دیوبندی ہیں اور حکم کفر و ارتداد بھی انھیں پر ہے۔ ان سے موالات کے ساتھ معاملات کی بھی ممانعت ہے اور جو لوگ دیوبندی مذہب کے عقائد کفریہ اور احکام سے اچھی طرح آگاہ نہیں، دیوبندیوں کے علاقہ میں ہونے کی وجہ سے دیوبندی سمجھے جاتے ہیں اور ان کا حال یہ ہو کہ دیوبندیوں کے کفری و گستاخانہ عقیدے ان کے سامنے پیش کیے جائیں تو وہ فوراً ان سے نفرت و بیزاری کا اظہار کریں، یا بولیں کہ ایسا عقیدہ کسی مسلمان کا نہیں ہو سکتا تو، ایسے عوام پر حکم کفر نہیں، ان سے زمین کی خریداری کا معاملہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆

فکرِ امروز

الجامعۃ الاشرفیہ کے سائے میں
جذبات واحساسات کا اظہار

ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی

فضلِ الٰہی کی گھٹائیں اٹھتی ہیں تو رحمتِ مصطفیٰ ﷺ انھیں اپنے آغوش میں لے لیتی ہے۔ یہ خوش گوار موسم بنتا ہے تو اولیاے کرام کا ذکرِ خیر شروع ہو جاتا ہے۔ مبارک پور کی سرزمین پر جامعہ اشرفیہ بھی وہ مقدس مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول رحمت کے ساتھ اولیاے کاملین کا محبت بھرا ذکر بھی خوب ہوتا ہے۔ اس ادارے کا تعلق اجمیر شریف کچھوچھہ مقدسہ، مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف وغیرہ خانقاہوں سے خوب رہا ہے اور بفضلہ تعالیٰ آج بھی بھر پور ہے۔

۲۳؍ مارچ ۲۰۱۷ء جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حسب روایت جشنِ یومِ مفتیِ اعظم کا انعقاد ہوا۔ یہ پروگرام برسوں سے جماعتِ سابعہ کے زیرِ اہتمام منعقد ہوتا ہے۔ ہر سال اس پروگرام میں کسی یونیورسٹی سے ایک دانش ور کو یا کسی معروف شخصیت کو مدعو کیا جاتا ہے۔ امسال بحیثیت خطیبِ خصوصی معروف صوفی بزرگ خانقاہ ابوالعلائیہ حلیمیہ الہ آباد کے سجادہ نشیں ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے سابق پانچ سالہ مدیرِ اعلیٰ، نام ور فاضلِ اشرفیہ، معروف قلم کار اور صحافی، اردو اور فارسی کے مشہور شاعر و نقاد اپنے منفرد انداز کی صد قابلِ افتخار شخصیت حضرت مولانا شاہ ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر الہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ کو مدعو کیا گیا۔

حضرت بے پناہ فضل وکمال کے ساتھ حد درجہ طنز و مزاح والے فرد فرید ہیں۔ آپ اپنی گاڑی سے قریب چار بجے جامعہ اشرفیہ تشریف لائے، طلبہ نے زبردست استقبال کیا۔ ہم اپنی قیام گاہ پر تھے، نمازِ مغرب کے قریب ایک طالب علم ہمارے پاس تشریف لائے، پہلے انھوں نے حضرت کا سلام پیش کیا، اسی کے ساتھ انھوں نے کہا حضرت نے اپنی کتاب ”آفتاب برآمد“ طلب فرمائی ہے۔ حضرت کثیر کتابوں کے مصنف اور نثر و نظم میں یکساں دستگاہ رکھتے ہیں۔ یہ کتاب فارسی اشعار پر مشتمل ہے۔ آپ نے اس ملاقات میں فرمایا کہ انشاء اللہ جلد ہی ایک اور کتاب فارسی اشعار میں آرہی ہے۔ آپ سے ہماری یہ پہلی باضابطہ ملاقات تھی۔ اس سے قبل برسوں پہلے ”امام احمد رضا سیمینار“ لکھنؤ میں صرف مصافحہ ہوا تھا مگر ان سے شناسائی کئی عشروں سے ہے۔ ہم جیسے ہی مہمان خانے میں داخل ہوئے، چند اساتذہ اور طلبہ موجود تھے، سب متوجہ ہوئے۔ ہم نے بڑھ کر مصافحہ اور معانقہ کیا، اب حضرت نے ہاتھ پکڑ کر ہمیں اپنے قریب بیٹھا لیا۔ دونوں جانب سے اظہارِ مسرت کیا گیا، ہم لوگوں کو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ یہ ہماری پہلی ملاقات ہے، دراصل خط و کتابت تو پہلے ہی سے جاری تھی، ان کے علمی وفنی کمالات سے ہم کسی قدر پہلے ہی واقف تھے، یہ ملاقات تو یہ ایک بہانہ تھی ورنہ دلوں میں تو محبت کے چراغ پہلے ہی سے روشن تھے۔

ہم آپ کو لے کر عزیز المساجد میں نمازِ مغرب کے لیے حاضر ہوئے، موصوف مسرت انگیز حیرتوں میں ڈوب کر مسجد کی وسعتوں کو دیکھ رہے تھے، نماز سے فراغت کے بعد ہم نے عرض کیا کہ اب کچھ ٹہل لیا جائے۔ حضرت نے فرمایا: میں خود بھی یہی کہنے والا تھا، پہلے عزیز المساجد میں وضوخانے کو دکھایا اور پھر دونوں حوضوں پر لے گیا۔ حضرت قدم قدم پر سبحان اللہ اور ماشاء اللہ فرما رہے تھے۔ عزیز المساجد کے مرکزی گیٹ سے نیچے اترے تو پورا جامعہ روشنیوں میں ڈوبا ہوا تھا، چند قدم آگے بڑھے تو ہم حضور حافظ ملت نور اللہ کے مرقدہ کے مزار اقدس کے سامنے تھے۔ آپ فاتحہ خوانی تو پہلے ہی کر چکے تھے۔ حسنِ اتفاق آج وہاں پر بھی بھیڑ بھاڑ تھی۔ آپ نے فرمایا اب ہمیں اپنے محسن کی بارگاہ میں ایک بار فاتحہ اور پڑھوا دیجیے، ہم لوگ فاتحہ پڑھتے رہے، اس کے بعد بآوازِ بلند حضرت نے دعا

فرمائی، ہم لوگ آمین آمین کہتے رہے۔ حضرت نے پھر عاشقِ رسول ﷺ امام بوصیری کا لکھا ہوا مشہور قصیدہ بردہ شریف کے چند اشعار پڑھے۔

الصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهِ — واللیلُ دجا من وفرته
فاقَ الرُّسلا فضلاً و علا — أَهْدَى السُّبُلَا لِدَلَالَتِهِ
كَنْزُ الْكَرَمِ مُوْلِي النِّعَمِ — هَادي الأممِ لشريعته
أذكى النسبِ أعلى الحسبِ — كل العرب في خدمته
سعت الشجر نطق الحجر — شق القمرُ بإشارته
جبريلُ أتى ليلة أسرى — والرَّبُّ دعاه لحضرته
نال الشَّرفا والله عفا — عما سلفا من أمته
فمحمدنا هو سيدنا — فالعزّ لنا لإجابته

وہاں سے فارغ ہو کر نیچے آئے تو چند زائرین نے عقیدت و محبت سے مصافحہ کیا۔ ہم انھیں لے کر پھر جنریٹر ہال کی طرف گئے۔ وہاں ہمارے خورشید بھائی اور شمیم بھائی سے ملاقات ہوگئی۔ یہ دونوں برسوں سے لائٹ کا نظم و نسق دیکھتے ہیں۔ اب جب وہ ہمیں لے کر اندر روم میں گئے تو ڈاکٹر صاحب ورطۂ حیرت میں ڈوبے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا: حضور یہ تو چھوٹے جنریٹر ہیں، بڑا جنریٹر تو باہر ہے۔ ہم لوگ جب باہر پہنچے تو آپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہاں سے ہم لوگ کمپیوٹر سینٹر، دفتر تنظیم ابنائے اشرفیہ اور برکاتی ہاسٹل کا باہر سے نظارا کرتے ہوئے زیرِ تعمیر جدید ہاسٹل پہنچے۔ ہم اس عظیم الشان دو منزلہ عمارت کے سامنے کھڑے تھے جس کی اب تیسری منزل تعمیر ہو رہی ہے، منظر اور پس منظر بیان کیا گیا، محترم ڈاکٹر صاحب نے ہماری ساری باتیں بڑی حیرت اور دل چسپی سے سماعت فرمائیں۔ اب ہم وہاں سے درس گاہ بلڈنگ کے اس کمرے میں پہنچے جہاں رہ کر انھوں نے بحیثیت مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ پانچ برس گزارے ہیں۔ اندر پہنچ کر آپ نے بڑی توجہ سے اس مقام کو دیکھا جہاں آپ بیٹھ کر قرطاس و قلم کا جادو جگاتے تھے اور بعد میں جھوم جھوم کر عربی نعت کے اشعار پڑھنے لگے۔

حضرت نے اپنے روم سے نکلتے ہوئے ڈیڑھ دو ماہ پہلے کا ایک خواب بیان فرمایا کہ ایک شب ہم نے یہ خواب دیکھا کہ ہم کہیں سے آئے اور اپنے اس کمرے میں داخل ہوئے، پہلے منتشر کتابوں کو درست کیا پھر اپنی کرسی پر لکھنے کے لیے بیٹھ گئے، اس کے بعد ہماری آنکھ کھل گئی۔ ہم لوگوں نے انتہائی مسرت سے عرض کیا: حضرت یہ آپ کی آمد در اصل اسی خواب کی خوب صورت تعبیر ہے۔

اب ہم انھیں لے کر "دار التحفیظ والتجوید" کی بلڈنگ میں داخل ہوئے، اسی کے سامنے انتہائی خوب صورت عالیہ بلڈنگ ہے۔ ایک کمرہ کھول کر دیکھا، طول و عرض دیکھ کر ہمارے حضرت جھوم اٹھے، اس دو منزلہ بلڈنگ میں نیچے سے بالائی منزل تک سنگ مرمر کے فرش ہیں۔ قدم قدم پر ہمارے معزز مہمان حیرتوں میں غرقاب تھے۔ باتوں میں باتیں پیدا کرنا ان کا خاص انداز ہے۔ ہم لوگ اشرفیہ ہاسپٹل کی بلڈنگ میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر محمد کلیم ایک کامیاب معالج ہیں جو شام کے وقت اشرفیہ ہاسپٹل دیکھتے ہیں۔ وہ اپنی طالب علمی کے دوران الہ آباد میں رہتے تھے تو حضرت کی معروف خانقاہ میں مسلسل آنا جانا تھا۔ وہ بڑے اہتمام کے ساتھ شہزادۂ عزیز ملت عالی جناب ڈاکٹر محمد فہیم عزیزی کے آفس میں لے گئے۔ داخل ہوتے ہی فرمایا، مولانا! پانی اور چائے پلوائیے۔ ہم لوگوں نے لاکھ کوشش کی کہ حضرت بڑی کرسی پر جلوہ گر ہوں مگر حضرت کسی طرح تیار نہیں ہوئے، عام طور پر کسی بھی بڑی شخصیت کی یہ خاص پہچان ہوتی ہے کہ وہ کسی کے آفس میں اس کی خاص نشست گاہ میں بیٹھنے سے گریز کرتا ہے۔ اس دوران اپنے اہلِ خانہ کو فون کیا اور بڑی مسرتوں کے ساتھ فرمایا کہ آج ہم کئی ماہ کے بعد اتنا چلے ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ تھکاوٹ کے آثار بالکل نہیں ہیں۔

رات میں جشنِ یومِ مفتیِ اعظم میں آپ نے درج ذیل مختصر مضمون پیش کیا اور مزید خطاب فرمایا۔ آپ کے گراں قدر تاثرات سے طلبہ اور اساتذہ میں مسرتوں کی لہر دوڑ گئی۔

واپسی کے وقت ہم متعدّد لوگ تھے، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ، حضرت مولانا مفتی زاہد علی سلامی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ وغیرہ اور چند باذوق جماعتِ سابعہ کے طلبہ، جب آپ گاڑی کے قریب پہنچے تو آپ کو یاد آیا کہ ہم دوا کھانا بھول گئے، خیر جلد ہی ہم نے کرسی منگائی اور پانی طلب کیا، حضرت نے اپنے بیگ سے بلڈ پریشر کی دوا نکالی، ہم لوگوں نے ہزار کوشش کی کہ آپ کرسی پر بیٹھ کر دوا کھالیں، مگر واہ رے حضرت کی بلند اخلاقی اور تواضع وانکساری حضرت بضد زمین پر بیٹھ گئے اور دوا استعمال فرمائی اور جاتے وقت سلام و معانقہ فرمایا اور ہم نے بصد حسرت انھیں رخصت کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس محبوب بندے کو تادیر سلامت رکھے۔ ان کا روحانی، علمی اور عملی سایۂ کرم ہمارے سروں پر ہمیشہ سایہ فگن رہے۔ آمین۔ از: مبارک حسین مصباحی

مرزا غالبؔ کا ایک شعر ملاحظہ فرمالیں۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

شاعر کہتا ہے۔

ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی گئی
آئی جب ان کی یاد تو آتی چلی گئی

اور یہ بندۂ خاکسار عرض کرتا ہے۔

حاضر ہوا ہوں برسوں پہ یہ مانتا تو ہوں
لیکن یہاں کی خاک کو پہچانتا تو ہوں
دیوانگیِ پائے طلب اب بھی ہے فزوں
کوئے حبیب کا میں پتہ جانتا تو ہوں

برسوں کے بعد حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ بھی حکم کی تعمیل اور آپ حضرات کی محبت میں۔ اگر اب سے قبل دو چار بار حاضر ہو چکا ہوتا تو آج پہچان و اضطراب کی یہ کیفیت نہ رہی ہوتی، مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور حکم و فرمان کے سامنے نادم و شرمندہ ہونا پڑا، تاہم اس فرمان کا احسان ہے جو آرزوئے دیرینہ کی تکمیل کا سبب بنا اور استاذی المغفور جلالۃ العلم الحاج حضور شاہ حافظ ملت محدث مبارک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانے اور حضور کے جامعہ کے سامنے ایک بار پھر سرِ عقیدت خم کرنے کا موقع ملا۔ حضرات میں یہاں اپنی کسی حیثیت و خاصیّت کا سرمایہ لے کر نہیں حاضر ہوا ہوں اور نہ ہی نیکی و خیر کا کوئی اثاثہ ہے، عظمتِ سیادت کے سوا میرے کشکول میں کچھ بھی نہیں، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ یہ احقر یہاں کے لیے اجنبی نہیں۔ برسوں آیا گیا ہوں، ہزاروں صبح و شام گزاری ہے، سیکڑوں بار آفتاب کو طلوع ہوتے اور چودھویں رات کے ماہ تاب کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ اگر ایک طرف اپنی مادرِ علمی کے محراب و در کی خوشبوؤں کا دم بھر تا رہا ہوں تو دوسری جانب اپنے مقدس اساتذۂ کرام اور مشفقوں کی سرپرستی میں بھی اپنا مقدر سنوار تا رہا ہوں۔ تحصیلِ علم میں تین سال اور ماہ نامہ اشرفیہ کی خدمات میں پانچ برس گزارے۔

مجھے یہ اعتراف ہے کہ تعلیم و تربیت میں کائی کامیابی تو نہیں حاصل کر پایا، مگر وقت کے مایۂ ناز اور ممتاز و نام ور اساتذۂ کرام کی بارگاہ میں زانوئے ادب و احترام تہ کرنے کی ضرور سعادت حاصل کرتا رہا۔ مجھے فخر کرنے دیجیے کہ مجھے علم تو نہ آیا مگر ۴۳؍ بار بخاری شریف کا درس دینے والے استاذ اعظم اور ہزاروں تلامذہ کی جھولیوں میں سندِ فضیلت ڈالنے والے عاشقِ رسول حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقدس بارگاہ میں حاضر تو ہوتا رہا۔ مجھے فخر کرنے دیجیے کہ مجھے علم تو نہ آیا مگر علمِ ہیئت و ریاضی کے امام حضور علامہ عبدالرؤف حافظ جی علیہ الرحمۃ والرضوان، بحر العلوم حضور علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان، عربی شعر و ادب کے شیخ کبیر اور جامعہ کے سابق ناظمِ اعلیٰ حضور علامہ محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان، دانائے حدیث و فقہ حضور علامہ اسرار احمد کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہ کرنے کی سعادت تو حاصل کرتا رہا۔ دنیائے علم و معرفت اور جہانِ ہوش و خرد کے یہ وہ پیشوا و رہنما ہیں جنھوں نے ہزار ہا ہزار تشنگانِ علوم کی پیاس بجھائی، عشق و محبت کے شیشے میں اتارا، دیوانگیِ شوق کے سانچے میں ڈھالا اور عقیدہ و مسلک کی مہر لگا کر دنیا کے بیش تر حصوں میں پہنچا دیا۔ طویل و عظیم خدمات کی روشنی میں جامعہ اشرفیہ کا فیضانِ علم و ادب کہاں نہیں پہنچا، آج دنیا کی بیش تر سرزمینوں پر مصباحی جھنڈا لہرا رہا ہے، اکثر درس گاہوں کا تدریسی نظام اسی مصباحی جماعت ہی کی بنیاد پر آراستہ ہے، ہندوستان کا وہ کون سا بڑا دینی ادارہ ہے جہاں جامعہ اشرفیہ کے احسانات کے چراغ نہ جل رہے ہوں۔ انھیں تاریخ ساز حقیقتوں کے تناظر میں حضور حافظ ملت کی حیاتِ طیبہ پر نگاہ ڈالیے، جس کے تمام

گوشوں کا جائزہ و محاسبہ کسی ایک فرد کے بس کی بات نہیں ہے۔ بہت کچھ لکھنے، کہنے اور دیکھنے کے باوجود زندگی کے متعدّد شعبے آج بھی اپنی تشنگی کا اعلان کرتے ہیں۔ سچی عقیدت و محبت اور دریا دلی کے آئینے میں کسی بھی شعبۂ حیات کا جائزہ لیجیے، اوصاف و محاسن، کردار و عمل اور تقویٰ و تفقہ کا سیلاب بہتا ہوا نظر آئے گا۔ دل نواز خاموشی اور اخلاق کریمانہ کی تجلیاں دکھائی دیں گی۔ میں نے حضور کی درس گاہ میں برسوں حاضری دی، جہاں آپ حدیث و فقہ اور تفسیر کے موتیاں بکھیر دیا کرتے، خطابت فرماتے تو بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں علم و ادب کی قندیلیں روشن کر دیا کرتے، خامہ فرسائی کا فریضہ انجام دیتے تو علمی بصیرتوں اور فنی بصارتوں کا اثاثہ لٹا دیتے، تعمیری تعاون کے لیے سفر کرتے تو ہر بار سیکڑوں افراد کا دل جیتنے کے بعد دامن بھر بھر کر عطیہ رائج الوقت لے آتے۔ حضور حافظِ ملت کے عظیم کارناموں کی فہرست میں صرف جامعہ اشرفیہ کے سنگِ بنیاد کی منظر کشی کا فریضہ نبھایا جائے تو ہزاروں صفحاتِ زریں بھی ناکام ثابت ہو جائیں گے۔ حضور کی تدریسی، تصنیفی، تقریری، اخلاقی اور تعمیری خدمات آج دنیائے اہلِ سنت کی پیشانی پر آبرو بن کر چمک رہی ہیں۔ موجودہ دور میں اتنا عظیم روحانی پیشوا، اتنا مقدس مرد مجاہد، اتنا گہرا عاشقِ رسول اور صاحبِ فتح و نصرت دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔ تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کی روشنی آپ کی دولت ہے، کشف و کرامات اور عرفان و آگہی کی تجلی آپ کا اثاثہ ہے، اسرار و رموز اور علمی بصیرتوں کی شعاعیں آپ کا سرمایہ ہیں۔ مقدس و محترم تاریخ سازی کے لیے جن نعمتوں اور عطاؤں کے سائے کی ضرورت ہوتی ہے، حضور حافظِ ملت کے دامن کو بیش تر نعمتیں میسر تھیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ! آپ کے جانشینِ روشن جبیں اور جامعہ کے سربراہِ اعلیٰ حضور عزیز ملت مولانا شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ مدظلہ کی سرپرستی و قیادت اور سربراہی و نگرانی میں جامعہ اشرفیہ تیزی کے ساتھ ارتقائی مراحل طے کرتا جا رہا ہے۔ اگر ایک طرف تدریسی عظمت و برتری اپنی روایتی پاس داری میں مصروف ہے تو دوسری طرف تعمیری تسلسل بھی اپنی بیداری کا ثبوت پیش کر رہا ہے۔ اس حقیقت کو بڑے اعلیٰ سطح پر جاننا چاہیے کہ جو جامعہ برسوں سے دنیا کی بیش تر درس گاہوں کو مصباحی جیالے عطا کرتا رہتا ہو وہ خود اپنے پاس کیسے کیسے ہیرے موتی رکھ سکتا ہے۔ اسی روایتی خدمات کی بنیاد پر جامعہ کی عظمت برقرار ہے۔ موجودہ دور میں صدر العلما، شمس الفاضلین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی بھیروی صاحب قبلہ، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی نظام الدین صاحب قبلہ، نصیرِ ملت حضرت علامہ نصیر الدین عزیزی صاحب قبلہ، محبوب الاساتذہ حضرت علامہ عبد الحق صاحب قبلہ اور نبیرۂ حضور حافظِ ملت حضرت علامہ شاہ نعیم الدین صاحب قبلہ وغیرہم کے علاوہ دیگر اساتذۂ کرام جامعہ کے تابناک مستقبل کی ضمانت ہیں۔ حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ نے ماہ نامہ اشرفیہ کے معیار کو بہت بلند و بالا کیا ہے، اصحابِ علم و دانش کے اشتیاقِ مطالعہ میں مولانا موصوف نے خوب اضافہ کیا، موجودہ سیاسی وغیر سیاسی احوال و کوائف کی بابت ان کے اداریے جدید خوشبوؤں کا احساس دلاتے ہیں، مصباحی صاحب کی کامیاب ادارتی کارکردگی پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

حضرات! میں اپنی بات ختم کرنے سے پہلے جامعہ کی خدمت میں دو مشورے بھی پیش کرنا چاہتا ہوں، بہت ممکن ہے کہ مشوروں کی صورت میں میرے جذبات قربِ قبولیت تک پہنچ جائیں۔ ہر مدرسے میں سال بھر کے درمیان لمبی تعطیل ہوتی ہے۔ محرم، عید الاضحیٰ اور ربیع الاول کے علاوہ نصف شعبان سے لے کر نصف شوال تک یہ سارے مہینے بہت اہم، تاریخی اور فضیلت و برکت والے ہیں، فضائل و برکات کے تعلق سے ساری دنیا میں بیان و وعظ اور خطابت کا ماحول گرم رہتا ہے، موقع و محل اور مہینے کی مناسبت سے مذہبی تقاریر کا اہتمام ملتِ اسلامیہ کے حق میں بے حد فائدہ مند ثابت ہوتا ہے، مگر ہمارے دینی مدارس ان تمام مقدس مواقع پر بند رہتے ہیں۔ ہر طرف خاموشی، ہر جانب سکوت، نہ کوئی کارکردگی، نہ کوئی چہل پہل، تعطیل کی بنیاد پر بعض اہم ذمہ داریوں کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں، تعطیل کی مجبوری عوامی خدمات کو معطل نہیں کر سکتی۔ مدارس اسلامیہ کی جانب سے ایامِ درس و تدریس میں بار بار جلسوں کا اہتمام کرنا تو ممکن نہیں مگر افادۂ عوام الناس کے تحت دورانِ تعطیل پند و وعظ کا اہتمام یقیناً فالِ نیک ثابت ہو سکتا ہے۔ محرم، عید الاضحیٰ، ربیع الاول اور شعبان و رمضان کے مواقع پر دو تین بار عوامی اجلاس سے ایک نئی خدمت کا اضافہ سامنے آ سکتا ہے اور بند ہوتے ہوئے بھی مدرسے کا خدماتی تسلسل جاری رہ سکتا ہے۔ اگر اس معمول کی ابتدا الجامعۃ الاشرفیہ کی جانب سے ہو جائے تو ان شاء اللہ تمام سنی مدارس میں یہ مبارک

معمول رائج ہو سکتا ہے۔

دوسرا مشورہ: جس طرح اسلامی تعلیم و تربیت اور درس و تدریس کے فروغ و ارتقا اور ترویج و تبلیغ کے لیے جدید مدرسوں کے قیام کا سلسلہ جاری ہے، اسی طرح اسلامی اجلاس و تقاریب کی تعداد میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ شہر شہر، قریہ قریہ نعرۂ تکبیر کی صداؤں سے گونجتا رہتا ہے، جس کثرت کے ساتھ جلسے منعقد ہونے لگے اس سے کہیں زیادہ خطیبوں اور مقرروں کی جماعت تیار ہونے لگی۔ بیش تر جلسے چوں کہ عوام الناس ہی کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں، اس لیے انھیں اندازہ رہتا ہے کہ کامیابیِ خطابت کے لیے کن کن جوہروں اور تیوروں کا استعمال ضروری ہے۔ پسندیدگیِ عوام کا لحاظ رکھتے ہوئے مختلف اندازِ بیان اور لب و لہجہ کی شدت اس قدر حاوی ہو جاتی ہے کہ بیش تر خطبا تعلیمات سے محروم رہ جاتے ہیں، وہ خود کہتے ہیں کہ "جلسہ، جلسہ ہے کوئی درس گاہ نہیں" عوام کو مطمئن کرنا اور ان کے رجحان کو تسلی دینا ہی خطابت کا اصل تقاضا ہے، اس آزمائش میں جتنے بھی مقررین پورے اترتے ہیں، انھیں کی سارے ملک میں دھوم رہتی ہے، اسی دھوم کو کامیابیِ اجلاس سے تعبیر کرتے ہوئے منتظمین جلسہ ان کی منظوری کے لیے بے چین رہتے ہیں اور کثیر چندوں کی بنیاد پر بڑے بڑے نذرانے دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کثرتِ اجلاس کے تحت اب مقرروں کی کہیں کوئی کمی نہیں۔ ماشاء اللہ ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر قریہ میں موجود ہیں۔ اخراجات اجلاس کے بار سے محفوظ رہنے اور بھاری نذرانوں سے چھٹکارا پانے کے لیے مقامی مقرروں پر اکتفا کرنا عین راحت و آسانی کی بات ہے۔ ہر بڑا جلسہ صرف بیرونی مقرروں کی بنیاد پر ہو کوئی ضروری نہیں۔ بعض وہ مقامی مقررین جو سارے ملک میں کامیاب و کامران رہتے ہیں، اپنے ہی شہر کے جلسوں میں کیوں کامیاب نہیں رہ سکتے۔ جلسہ، نام و نمود اور شہرت خواہی کے لیے نہیں، عشق و محبت کی فلاح اور دینی خدمات کے حق میں ہوتا ہے۔ انعقاد اجلاس کا مقصد تعلیم و تربیت، پند و نصائح اور واقعات و کردار کو اپنانے پر ہے۔ یہ فریضہ ہر مقرر انجام دیتا ہے، خواہ مقامی ہو یا غیر مقامی۔ یہ صحیح ہے کہ غیر مقامی مقرر کے مقابلے میں مقامی مقرر کے نذرانے کافی حد تک عافیت نواز ہو سکتے ہیں لیکن اس آسانی کے پیش نظر ان کی حیثیت و اہمیت کو ہلکے میں لینا نادانی ہے، جہاں تک ممکن ہو سکے، مقامی مقرر کی خدمت کرنا ضروری ہے۔ غیر مقامی خطیبوں کو زحمت نہ دینے کی تجویز صرف اس لیے بیدار ہوئی کہ ہر جلسے کو پچیس سے پچاس ہزار اور پچاس سے ایک لاکھ تک کے عتاب سے بچایا جا سکے۔

حضرات! آخر میں چند سطریں مزید پیش کرنے کے بعد رخصت ہو جاؤں گا کہ الجامعۃ الاشرفیہ کی ہر بات نرالی، ہر شان نرالی، یہاں کے متعلمین بھی شان والے، روایت کی پاس داری میں کوئی لوچ نہ آنے دیا۔ جماعتی اشتراک و تعاون کی بنیاد پر غالباً ۱۹۷۷ء میں جن اشاعتی دل چسپیوں کا اظہار کیا اس سلسلے کو آج تک باقی رکھنا بڑی بات ہے۔ اس وقت یہ خاکسار یہاں موجود تھا، جب تقاضاے وقت اور عوامی ضرورت کے پیش نظر حضور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے فتوؤں کو کتابچے کی شکل میں شائع کرنے کی ابتدا کی گئی تھی، مختلف جماعتوں کی جانب سے متعدّد فتوے شائع کیے گئے، عوام و خواص نے دل کھول کر سراہا۔ الأدب الجمیل مرتب مولانا افتخار احمد صاحب قبلہ سابق استاذ جامعہ اشرفیہ اور المدیح النبوی مرتب مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب قبلہ سابق استاذ جامعہ اشرفیہ، عربی شعر و ادب کی یہ دونوں کتابیں اسی دور کی پیش کش ہیں۔ حضور حافظِ ملت علیہ الرحمۃ کی معرکہ آرا تصنیف "معارف الحدیث" کا نیا ایڈیشن بھی متعلمین اشرفیہ ہی کا پر خلوص کارنامہ ہے، جس میں اس خاکسار کا پیش لفظ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ بھی جماعتی سطح پر اشاعتی خدمات کا لگاتار سلسلہ جاری ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی پانچ عربی تصانیف کا مجموعہ جو ہزار صفحات پر مشتمل ہے، اسے سب سے عظیم کارنامے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ جماعتِ سابعہ کی جانب سے یومِ حضور مفتیِ اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے عنوان سے منائی جانے والی روحانی تقریب کے موقع پر تحریری و تقریری مقابلہ کا اہتمام بھی ایک خوشگوار اور دینی افادیت کی علامت ہے۔ میں متعلمینِ اشرفیہ کو دل کھول کر مبارک باد اور ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہوئے ان کے درسی اور اشاعتی حوصلوں کی داد دیتا ہوں اور تابناک مستقبل کی دعائیں کرتا ہوں۔ انھوں نے اس احقر کو اس تقریب میں شرکت کرنے کا حکم دیا، میں اس حاضری کو اپنے لیے خوش نصیبی تصور کرتا ہوں۔

☆☆☆☆

شعاعیں

غیبت اور اس کے مہلک اثرات

سید شاہ محمد حسنین رضا قادری رحمانی

مذکورہ بالا تحریر سے آپ کو بہ خوبی واقفیت ہوگئی ہوگی کہ اللہ عزوجل کے محبوب و مقبول بندوں کی نگاہ میں غیبت ایک عظیم معاصی کا نام ہے اور وہ حضرات ''غیبت'' سے کس قدر متنفر تھے اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، مغیب نے مغاب سے معاف نہ کرائی تو روز محشر اگر گرفت ہوگئی تو کون معین و مددگار ہوگا۔ کیوں کہ یہ معاملہ ''حقوق العباد'' کا ہے۔

منجنیق سے نیکیوں کو پھینکنا:

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مغیب کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو منجنیق کے ذریعہ سے اپنی نیکیوں کو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھینکتا رہتا ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا شیخ عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جب میں اپنی عمر شعور میں داخل ہوا، ''غیبت'' کی ہولناکیاں ذہن و فکر میں منجمد ہوگئیں اور غیبت کے فعل حرام ہونے کا علم ہوا تو اس کے بعد میں فعل غیبت کا مرتکب نہیں ہوا''

غیبت کی انتہائی بدترین بدبو:

''غیبت' کی وجہ سے مغیب کے منہ سے ایک مخصوص قسم کی بدبو نمودار ہوتی ہے لیکن اس بدبو کا احساس ہمیں نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ''غیبت'' اس قدر عام ہو چکی ہے کہ چہار جانب اس کا تعفن پھیلا ہوا ہے اور فضائی تعفن میں ہم زندگی کے لمحات گذار رہے ہیں اس لیے احساس نہیں ہوتا۔ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ کے جلد اوّل ۲۰۷ پر تحریر فرماتے ہیں ''کہ جھوٹ اور ''غیبت'' معنوی نجاست ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جب بندہ 'فعل کذب' (جھوٹی بات) کا مرتکب ہوتا ہے تو ''محافظ ملائکہ'' ایک میل دور ہوجاتے ہیں''

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بارگاہ عالم پناہ میں حاضر تھے۔ ایک بدبو محسوس ہوئی رسول عمیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ ''بدبو'' کیسی ہے؟ پھر خود ہی سرکار جان عالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:'' یہ ان کی بدبو ہے جو مسلمان کی غیبت کرتے ہیں''۔

''حسن ظن'' (اچھا گمان) عبادت ہے، دانائے کل، شاہ رسل، علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں'' حَسْنُ الظَنِّ مِنْ حُسْنِ العِبَادَة'' یعنی حسن ظن عبادت ہے یعنی ایک مسلمان کے تعلق سے ''حسن ظن'' کرنا اور'' سوئے ظن'' سے محفوظ رہنا عبادت ہے۔

حضرت سیدنا ابو حفص کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کسی نے کسی فقیہ یعنی کسی عالم کی ''غیبت'' کی تو یہ روز قیامت اس کے چہرہ پر تحریر ہوگا'' یہ اللہ جل شانہ کی رحمت سے مایوس ہے''

عالم و غیر عالم میں خط امتیاز:

عام شخص اور عالم دین کی ''غیبت'' میں فرق عظیم ہے، چوں کہ عالم کی غیبت میں اہانت کا پہلو غالب رہتا ہے، اور یہ تشویش ناک امر ہے۔ امام اہل سنت حضور فاضل بریلوی نے فتاویٰ رضویہ جلد ۲۱/ ۱۲۹ میں تحریر فرماتے ہیں ''(اول) عالم دین کی بہ حیثیت عالم توہین کرنا کفر صریح ہے (دوم) عالم دین کی بہ وجہ علم کے تعظیم فرض سمجھتا ہے لیکن اپنی دنیاوی خصومت اور نفسانی یلغار (حملہ) کے سبب بدی (برائی) کرتا ہے سخت فاسق ہے (سوم) اور اگر کسی عالم سے رنج، بغض حسد رکھتا ہے تو یہ مریض القلب خبیث الباطن کی علت ہے ایسے انسان کے کفر کا اندیشہ ہے''

ایک کتاب کا اسم عالی ہے ''خلاصہ'' اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

مَنْ اَبْغَضَ عَالِمًامِنْ غَيْرِسَبَبٍ ظَاهِرٍ خِيْفَ عَلَيْهِ الْكُفْرُ.

جو شخص بغیر کسی ظاہری وجہ کے عالم دین سے بغض و کینہ و حسد رکھے اس پر خوف کفر کا خطرہ لاحق ہے۔

عالم دین کی توہین کفر ہے:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بے عمل عالم کی بھی توہین کفر

ہے ؟علم دین کی بنا پر عالم بے عمل کی توہین کفر ہے، عالم بے عمل، اپنے علم دین کی وجہ سے جاہل عبادت گذار سے بہ درجہا بہتر و افضل ہے امام اہل سنت فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کا انہیں علمائے حق کو وارث فرمایا گیا ہے حتی کہ اگر بے عمل عالم بھی مسلک اہل سنت و جماعت پر مستقیم ہو تو وہ ”داعی الی الحق“ کے امر و حکم میں داخل ہوگا۔ البتہ وہ عالم جو مسلک کا مطیع نہ ہوا اور نہ ہی ”داعی الی الحق“ ہو (اللہ کی طرف بلانے والا) بل کہ ”داعی الی الشر“ (برائی کی طرف بلانے والا) ہو وہ وارث نبی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ”نائب ابلیس“ ہے۔ اللہ جل شانہ نے علمائے شریعت کو ”وارث انبیا“ فرمایا ہے۔ عالم شریعت اپنے علم پر عامل ہو تو وہ مثل قمر ہے، خود بھی پر سکون ہے اور دوسروں کو ٹھنڈک پہنچانے والا ہے، اور عالم بے عمل مثل شمع ہے جو خود تو جلتا ہے مگر غیروں کو فائدہ بخشتا ہے۔ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی مثال جو خود بے عمل ہو لیکن دوسروں کو خیر کی دعوت دیتا ہو وہ قندیل چراغ کے مانند ہے کہ خود کو جلاتا ہے اور دوسروں کو ضیا بخشتا ہے۔

بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو عالم دین کے تعلق سے نفرت کی بیج بوتے ہیں اور ایک جاہل کو عالم سے بہتر سمجھتے ہیں تو اس طرح کا تصور کرنا بھی کفر ہے۔

بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو عالم کو اور طالب علم دین کو ”غوک چاہ“ (کویں کا مینڈک) کہتے ہیں تو یہ کہنا بھی کفر کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ”مولوی لوگ کیا جانتے ہیں“ امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، ص:۲۴۴ پر فرماتے ہیں کہ ” ایسا کہنا کہ مولوی کیا جانتے ہیں کفر ہے“ جب کہ تحقیر علما مقصود ہو۔

دور حاضر کا فتنہ:

اس دور حاضر میں یہ کہہ کر فضا (ماحول) مسموم (زہریلا) کیا جا رہا ہے کہ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے ” اَلدِّیْنُ یُسْرٌ“ مولویوں نے دین کو مشکل بنا دیا ہے یہ جمیع توہین علماء کی بنیاد پر کفر ہے، علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

” الِاسْتِخْفَافُ بِالْاَشْرَافِ وَالْعُلَمَاءِ کُفْرٌ“

یعنی سادات و علماء کی تحقیر کفر ہے۔

بدمذہبوں سے تعلقات اور اس کا وبال:

بدمذہبوں سے دنیاوی تعلقات ہمراہ دینی تعلقات بھی لوگوں نے قائم کرنا شروع کر دیا ہے۔ مثلاً بدمذہب سے ازدواجی زندگی کا رشتہ قائم کرنا ان کی شادی اور و دیگر تقاریب میں شرکت کرنے کو معیوب (برا) نہیں سمجھتے، بدعقیدہ لڑکی سے نکاح کرنے کو ممنوع قرار دیا گیا، اگر کوئی شخص کسی بدعقیدہ لڑکی سے نکاح کرتا ہے اور اسے باز رہنے کی تلقین کی جاتی ہے تو جواب ملتا ہے میرے یہاں آکر وہ میرے ہم عقیدہ ہو جائے گی اس طرح کا ہونا ناگزیر ہے ہو سکتا ہے کہ بیوی کی محبت میں خود وہ بدعقیدہ ہو جائے۔ زیر نظر ایک واقعہ کو پیش نظر رکھ کر اپنے عقیدے کی حفاظت کی مکمل سعی کریں، تاریخوں میں آتا ہے کہ عمران بن حطان رقاشی یہ شخص تابعین کے زمانہ میں ایک محدث عظیم تھا، خارجی مذہب کی عورت سے ازدواجی زندگی کا رابطہ قائم کر لیا لوگوں نے منع کیا کہ اس عورت سے نکاح نہ کیا جائے تو جواباً انہوں نے کہا کہ میری زوجیت میں آنے کے بعد میرے ہم مسلک ہو جائے گی حالاں کہ واقعہ بلکل اس کے خلاف ہوا، وہ محدث عظیم بیوی کی محبت میں خود خارجی ہو گیا۔ معاذ اللہ رب العالمین

گستاخ رسول کا انجام:

ملفوظات امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ میں مندرج ہے کہ عاص بن وائل جو عظیم گستاخ رسول تھا پیارے نبی کی شان میں بہت گستاخیاں کرتا تھا اور ان کی ”غیبت“ میں ملوث رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ سفر میں تھا تو تھکاوٹ کے سبب ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، حضرت جبرئیل حامل وحی الٰہی بہ حکم رب باری تعالیٰ عزاسمہ تشریف لائے اور اس کے سر کو درخت سے ٹکرانا شروع کر دیا وہ شور و غوغا کرتا کہ کیوں میرے سر کو درخت سے ٹکرا رہے ہو ہمراہی جواب دیتے ہیں ہمیں کوئی نظر نہیں آتا ہے حتیٰ کہ وہ واصل نار ہوا، یہ روز قیامت اس ناری کی جداگانہ کیفیت ہوگی اپنے تفاخر کی بنیاد پر اپنے کو عزیز و کریم کہتا تھا داروغۂ دوزخ کو حکم دیا جائے گا کہ اس کے سر پر گرز مارو! جوں ہی اس کے سر پر گرز کا وار ہوگا تو اس کے سر میں عظیم خلا واقع ہوگا اور وہ اس قدر وسیع ہوگا کہ اس کا تصور بھی تم نہیں کر سکتے، اور فرمایا جائے گا تم خود کو عزیز و کریم کہا کرتے تھے

ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ۔ (پ۲۵/ سورۃ الدخان/ آیت ۴۹)

چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔(از ترجمۂ کنزالایمان)

شیریں کلامی کی برکتیں:

حضرت سیدنا یحیٰ معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمھاری ذات سے اگر مومنوں کو تین فوائد حاصل ہو تو تمھارا شمار جماعت مؤمنین میں ہو گا (اوّل) اگر تم سے کسی کی نفع رسائی نہ ہو تو نقصان بھی مت پہنچاؤ (دوم) اگر کسی کی شادمانی کے اسباب مہیا نہیں کر سکتے ہو تو رنجش بھی نہ پہنچاؤ (سوم) اگر کسی کو تعریفی کلمات سے نواز نہیں سکتے تو دل آزاری بھی مت کرو۔

ایک معروف و مشہور تابعی بزرگ حضرت سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ جن کا وصال پاک بہ حالت سجدہ ہوا تھا آپ فرماتے ہیں کہ ایک مؤمن اپنے مؤمن بھائی کا تذکرہ خیر کے ساتھ کرتا ہے تو اس کے ہمراہ ملائکہ اس کے حق میں دعا فرماتے ہیں۔

اور جب کوئی اپنے مؤمن بھائی کی "غیبت" کرتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ تم نے اس کے راز کو افشاء (ظاہر) کر دیا اب تو اپنے نفس میں غور و فکر کر کہ تو اپنی کس قدر خامیاں رکھتا ہے لیکن رب ذوالجلال اپنی صفت ستاری کے پیش نظر بے پناہ عیوب پر حجاب ڈال رکھا ہے۔

مذکورہ تحریر سے آپ نے بہ خوبی اندازہ لگا لیا ہو گا کہ "شیریں کلامی" پر ملائکہ دعائے خیر سے نوازتے ہیں اور غیبت و چغل خوری کرنے والے کو متنبہ کرتے ہیں لہٰذا بہ حیثیت مؤمن ہمارا فریضہ ہے کہ اپنے زبان کو فضولیات سے مامون (محفوظ) رکھنے کی سعی کریں۔ "شیریں کلامی" اکثر اس قدر مؤثر ہوتے ہیں کہ عقل انسانی اس کے نتائج سے متحیر رہ جاتی ہے

ذیل میں ایک واقعہ کے پیش نظر "شیریں کلامی" کے اثراندازی کا ایک نمونہ نظر آئے گا۔

میٹھے بول کا کرشمہ:

خراسان کے ایک بزرگ سے خواب میں فرمایا گیا کہ تاتاری اقوام میں اسلامی تبلیغ کی دعوت پیش کرو۔ اس دور میں ہلاکو کا لخت جگر تگودار برسر اقتدار تھا وہ بزرگ الہامی حکم کی تعمیل میں تگودار کے دربار میں حاضر خدمت ہوئے سنت رسول کے سانچے میں ڈھلا ہوا وہ بزرگ نورانی ریش پاک سے چہرہ مزین حاضر ہوئے تگودار کے دل میں تمسخر (ہنسی مذاق) کا جذبہ نمودار ہوا، اس نے کہا: یہ فرمائیے کہ آپ کے لحیہ (داڑھی) کے شعار (بالیں) بہتر ہیں یا میرے کتے کا دم یقیناً یہ جملہ انسانی وجود کو خاک کر دینے والی تھی لیکن آپ نے صبر و تحمل کے دامن کو ہاتھ سے باہر نہ ہونے دیا آپ نے فرمایا میں بھی خالق و حاکم اللہ جل شانہ کا سگ حقیر ہوں (معمولی کتا) اگر میں اپنے خالق کو جاں نثاری و فاشعاری رضامند کرنے میں کامیابی حاصل کر لوں تو میں خوب تر ہوں ورنہ اس کتے کی دم میری داڑھی سے بہتر ہے۔

اللہ جل شانہ کے محبوب و مقبول بندوں کی جبلی فطرت ہے کہ وہ بہ عمل مبلغ ہوتے ہیں اسی وجہ سے غیبت و چغلی، عیب جوئی، نقص سازی، بدکلامی و فضول گوئی سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے ہوئے ذکر اللہ کی لذت و چاشنی سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے اس "شیریں مقالی" کی تاثیر تگودار کے قلب میں جاگزیں ہو گئی جب تگودار اپنے دل خراش جملوں کے عوض (بدلہ) میں اس باعمل مبلغ اسلام کی جانب سے دل جوئی والے کلمات کی نورانیت سے اس کا قلب (دل) موم کی مانند نرم اور اپنے طنزیہ جملوں پر ندامت (شرمندگی) سے پانی پانی ہو جاتا ہے اور عرض گذار ہوتا ہے کہ آپ میری میزبانی کو قبول فرمائیں اور اپنی ضیافت (مہمانی) سے مشرف فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی دعوت کو قبول فرما لیا تگودار آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا ہے اور آپ نے نہایت ہی مشفقانہ انداز میں "اسلامی دعوتیں" پیش فرمائیں اور اسلامی اصول اس کے گوش گذار فرمائے۔ آپ کی انفرادی کوششوں نے تگودار کے قلب و جگر کو شعاع اسلامی (اسلامی کرنوں) سے منور و تاباں کر دیا، اس کے اندروں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا، وہی تگودار جو کل ایک باغی اسلام تھا اور شجر اسلام کی بیخ کنی کو اپنا منصب (عہدہ) اولیں تصور کرتا تھا، آج وہ ایک منفرد شخصیت کی برکت نفس (ذات) سے شجر اسلام کی آبیاری کرنا اپنا مقصد سمجھ رہا ہے، تگودار اپنی پوری "قوم تاتاری" کو شامیانۂ اسلام کی سائے میں لے آتا ہے اور کلمۂ اسلام کی نورانیت سے اپنے اور اپنی قوم کے قلوب و اذہان کو منور و تاباں کر لیتا ہے۔ آپ نے تگودار کا اسلامی نام "احمد" قرار فرمایا۔ تاریخ کے صفحات اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ ایک مبلغ اسلام کی "شیریں مقالی" کی برکت سے وسط ایشاء کی خوں خوار تاتاری سلطنت اسلامی حکومت میں متبدل (بدل) ہو گئی۔

مبلغ ہو تو ایسا ہو کہ تنگودار کے دل خراش الفاظ پر اگر وہ برہم ہو جاتے تو گلشن اسلام میں یہ پھول کھلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ لہٰذا عوام الناس کی جانب سے کیسا ہی دل خراش جملے کا استعمال کیوں نہ ہو پھر بھی اپنی زبان کو مطیع و فرماں بردار رکھنا ایک مبلغ کی تبلیغی شان ہونی چاہیے۔ کیوں کہ " شیریں مقالی "اور اس کی چاشنی نے تنگودار جیسے خوں خوار، انسانیت سے عاری حیوان کو انسانیت کے مرتبۂ اولیٰ پر فائز کردیا ہے۔

نیکیوں کی کھیتی جل گئی:

کتابوں میں آیا ہے کہ خشک لکڑیوں کو جتنی عجلت کے ساتھ آگ خاکستر (راکھ) نہیں کرتی۔ غیبت اس سے بھی سرعت (تیزی) کے ساتھ نیکیوں کی زراعت (کھیتی) کو ضائع (برباد) کردیتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان کے ہاتھ میں بہ روز قیامت اعمال دیا جائے گا اور وہ اپنے نامۂ اعمال میں نیکیاں تحریر نہیں پائے گا تو وہ بندہ عرض کرے گا اے رب! میری وہ سب نیکیاں کہاں گئیں؟ جواب ملے گا: تم نے فلاں شخص کی "غیبت" کی تھی اس کے عوض (بدلہ) میں تمھارے نامۂ اعمال سے نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں داخل کردی گئیں۔ "غیبت" کی ہولناکیوں میں سے ایک عذاب شدید یہ بھی ہے کہ نیکیاں "محو" (مٹا) کردی جاتی ہیں۔

غیبت کا فائدہ کس کو:

غیبت سے مغاب کا فائدہ ہے، مغتاب کو اگر معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص نے میری غیبت کی ہے تو چراغ پا ہونے کے بجائے دامن صبر و تحمل کو اپنے قبض دست (ہاتھ کی پکڑ) سے باہر نہیں کرے گا۔ کیوں کہ مغیب (غیبت کرنے والا) کی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال سے خارج کرکے مغتاب (جس کی غیبت کی گئی) کے نامۂ اعمال میں داخل کردی جائیں گی۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کے پیش رُو "غیبت" کا بیان ہوا تو آپ نے فرمایا: کہ اگر میں کسی کی غیبت کو صحیح سمجھتا تو میں اپنی والدہ محترمہ کی غیبت کرتا۔ کیوں کہ غیبت کی وجہ کر میرے نامۂ اعمال میں جو نیکیاں مندرج ہوں گی وہ میری والدہ کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں کیوں کہ میری نیکیوں پر میری ماں زیادہ حق رکھتی ہیں۔ اس واقعہ سے دو امر کا اظہار ہوتا ہے (اوّل) یہ کہ نیکیاں "دشمن عزیز" (قیمتی پونجی) کا درجہ رکھتی ہیں اور حقوق والدہ سے برأت ناممکن ہے لہٰذا اپنی نیکیاں بذریعۂ غیبت دینی ہو تو ماں اس نیکی کی زیادہ حق دار نظر آتی ہیں۔

معلوم یہ ہوا کہ غیبت میں خسارہ ہی خسارہ ہے منافع کی امید رکھنا "صحرائے لغویات" (فضولیات کی دنیا) میں سیر کرنے کے مانند ہوگا۔

حضرت عطا خراسانی علیہ الرحمۃ کا فرمان گرامی ہے کہ اگر کوئی شخص تمھاری غیبت کرے مضمحل (کمزور) نہ ہو کہ وہ شخص نادانستہ طور پر اپنی نیکیوں کو آپ کے نامۂ اعمال تک ارسال کررہا ہے کیوں کہ اس کی غیبت سے مغتاب کے نامۂ اعمال سے نصف گناہ تو محو کردیا جاتا ہے۔

راتوں کی عبادت ضائع ہوگئی:

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک رات نماز تہجد قضا ہوگئی آپ کی اہلیہ محترمہ نے عارفانہ انداز میں نماز تہجد کے فوت ہونے پر غیرت دلائی تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا: گذشتہ شب چند افراد مکمل رات خدا عزوجل کی عبادت و بندگی میں مصروف رہے اور صبح کو وہ لوگ میری " غیبت "میں مصروف و مشغول ہوگئے تو ان کے نامۂ اعمال سے نیکیوں کو نکال کر میرے نامۂ اعمال میں درج کردیا گیا تو ان کی جمیع عبادت بہ روز حشر میرے میزان عمل میں رکھ دی جائیں گی۔

مذکورہ بالا ارشاد گرامی سے حکمت و اخلاق کے متعدّد گل نمودار ہوتے ہیں اس فرمان میں مغیب کو ضرب لگائی گئی ہے تاکہ وہ غیبتوں سے اجتناب کرکے اپنے اعمال خیر کی بازی نہ لگائے انسان شب و روز عبادت الٰہی میں مصروف رہے اور غیبتوں سے اپنے کو محفوظ نہ رکھے تو اس کی جملہ عبادت و ریاضت ان کے نامۂ اعمال میں درج کردی جائیں گی جن کی "غیبت" ہو یا حق تلفی کا شکار ہوگا۔ زندگی کی جملہ نفلی عبادت کے ضیاع کے لیے ایک دفعہ ہی غیبت خطرناک ثابت ہوگی اگر یہ تصور کرلیا جائے کہ ایک وہ شخص ہے جو اپنی حیات میں کوئی نفلی عبادت نہیں کی بہ روز حشر اس کی کوئی پرسش نہیں ہوگی لیکن غیبت ایک ایسا فعل قبیح ہے جس میں رب تعالیٰ کی ناراضگی اور اخروی زندگی کی ہلاکت و تباہی ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ. ☆☆☆

طرزِ عمل

شبِ براءت کی قدر کریں

...غلام مصطفیٰ رضوی

انعام کی شب:

اللہ نے کائنات بنائی۔ محبوب پاک ﷺ کو جانِ کائنات بنایا۔ جانِ ایمان بنایا۔ اپنی اطاعت کا حکم دیا۔ محبوب کی اطاعت کا بھی حکم دیا۔ اپنی بندگی سکھائی۔ محبوب سے وفاداری سکھائی۔ گنہ گاروں پر رب نے کرم کی انتہا کر دی۔ ہم اطاعت میں کم زور ہیں۔ وہ مولیٰ انعامات کی بارش کر رہا ہے۔ ہم غافل ہو بیٹھے ہیں۔ ایسے غافل کہ وقت کی قدر بھی سمجھنے کو تیار نہیں۔ شبِ برات ہمیں نکھارنے کی شب ہے۔ بندوں کی مغفرت کی شب ہے۔ رحمتِ کردگار کے جھوم کر برسنے کی شب ہے۔ بندہ جب گناہوں میں ڈوب جاتا ہے۔ احساسِ بندگی جاتا رہتا ہے۔ دل کی دُنیا تاریک ہونے لگتی ہے۔ من کی دُنیا اندھیری ہو جاتی ہے۔ تن کی فکر من کو میلا کر دیتی ہے۔ تب رب کی رحمت بندوں کی اصلاح کے لیے اَن گنت مواقع فراہم کرتی ہے۔ تاکہ بندہ بارگاہِ حق میں لوٹ آئے۔ توبہ و ندامت کے آنسوؤں سے قلب کو دھولے، ستھرا ہولے۔ ایسے انعام کی شبِ تابندہ کا نام ہے ”شبِ برات“ جس میں داغ گنہ دُھلتے ہیں، صدقِ دل سے توبہ کی جائے تو زندگی نکھر جاتی ہے، تقدیر سنور جاتی ہے، فکر اُجلی ہو جاتی ہے، ایمان کی تازگی کا ساماں ہوتا ہے، خیالات کی بنجر وادیاں بندگی کی بہاروں سے شاداب ہو جاتی ہیں۔

شبِ برات گناہوں سے نجات کا پروانہ ہے۔ ہم یہ شب کیسے گزاریں؟ نمازیں پڑھیں۔ حقوق کی ادائیگی کریں۔ شفقت و اُلفت کا مظاہرہ کریں۔ جن کے ذمے قضا نمازیں باقی ہیں وہ اس میں قضائے عمری ادا کریں۔ جن کے ذمے قضا نہ ہوں وہ نوافل سے اپنے اعمال کی کھیتی کو مزید تازہ کریں۔ اللہ سے فضل مانگیں۔ محبوبِ خدا سے کرم مانگیں۔ ان شاء اللہ! فریاد رَسی ہوگی، داد رَسی ہوگی، جائز حاجتوں سے کشکولِ تمنا بھرے گا۔ اُمیدوں کے ہزاروں دیپ ایقان کے طاق پر روشن روشن ہوں گے، نخلِ تمنا بار آور ہوگی۔

کون دیتا ہے دینے کو منھ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

وقت کی قدر کریں:

وقت بڑا قیمتی ہے۔ رب کی رحمتوں کے نزول کی شب ”شبِ برات“ ایسی گھڑی ہے کہ جس کی قدر کر لی تو زندگی جگمگا اُٹھے گی۔ ہم اپنا وقت ہوٹلوں پر، کلبوں میں، چوراہوں پر، سنیما میں برباد کر دیتے ہیں۔ کتنے ہیں جو You Tube, Google, Facebook, Twitter, WhatsApp اور سوشل میڈیا کے کتنے ہی ذرائع میں کھو کر وقت گزار دیتے ہیں۔ رب کریم کی بارگاہ میں سجدوں سے جبیں کو منور کیا جائے۔ احساسِ بندگی وقت کی قدر سکھاتا ہے۔ ہمیں رب کی بندگی و محبوبِ رب ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ یوں ہی وقت گزار دینا دانش مندی نہیں۔ اللہ! اپنے حال پر رحم کرو! موت قریب ہے۔ آخرت کا ساماں کرو۔ وقت غنیمت جانو۔ شبِ برات کے لمحے بہت قیمتی ہیں۔ ان گھڑیوں کا صحیح صحیح استعمال رضائے الٰہی کا باعث ہوگا۔ ان لمحوں کی قدر یہی ہے کہ پوری شب رب کی بندگی و عبادت میں گزار دی جائے۔ اِدھر اُدھر پھرنا، بے جا تفریح کرنا، موج مستی میں مبتلا ہونا، یہ سب اس بابرکت شب کا حاصل نہیں۔ اس کا مقصد تو رب کی رضا والے اعمال کی انجام دہی ہے۔ گناہوں سے توبہ، برائیوں سے ندامت، اعمالِ صالحہ کی انجام دہی ہے۔ پھر اعمالِ مقدسہ پر عمل آوری اخلاص سے ہو تو آگے بھی بندہ نیکیوں کا متلاشی ہوتا ہے، گناہوں پر نادم اور صالح اعمال پر فرحاں ہوتا ہے۔

دلوں کو جوڑیے:

آج کل ناچاقی عام ہے۔ دل شکنی فطرتِ ثانیہ بن گئی۔ امیروں کی دل جوئی؛ غریبوں کے استحصال کا ماحول ہے۔ سیٹھ جی کی خوشامد، غریب سے رعونت کا مرض پھیل رہا ہے۔ معاشرتی تفریق کے جراثیم مسلم بستیوں کو منافرت کی راہ لے جا رہے ہیں۔ شبِ برات نجات کی شب ہے۔ منافرت کی قبا اِس شب کے اعمالِ صالحہ سے چاک ہوتی ہے

اور من کی دُنیا نور نور ہو جاتی ہے۔ رُوٹھے ہوؤں کو منائیے، شکستہ دلوں کو اُمید دیجیے۔ دل شکنی سے تائب ہو لیجیے۔ جن کے حقوق ذمہ ہیں ادا کر کے انھیں بھی راضی لیجیے۔ شکستہ دلوں کو خوشیوں سے بھر دیجیے۔ غریبوں کی دادرَسی کیجیے۔ بے کسوں کی فریادرَسی کیجیے۔ کم زوروں کا سہارا بنیے۔ بیماروں کے زخموں پر مرہم رکھیے۔ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑیے۔ بکھرے ہوؤں کو سمیٹیے۔ اسی میں رب کی رضا اور رسول کریم ﷺ کی خوش نودی ہے۔

اعمالِ صالحہ کا ماحول:

ایسی شب دیکھا گیا جو مسجدوں سے دور ہوتے ہیں، وہ قریب آتے ہیں۔ جبینِ نیاز جھکاتے ہیں۔ رحمت مائل بہ کرم ہوتی ہے۔ سائل بن کر گناہ گار آتے ہیں۔ ندامت کے آنسو بہاتے ہیں۔ سروں کو خم کرتے ہیں۔ معبودِ حقیقی کی اطاعت بجالاتے ہیں۔ انھیں عبادتیں کرنے دیجیے۔ انھیں اگر ہم نوافل سے روکیں گے تو وہ بجائے اس کے نیکیوں سے کہیں منھ نہ موڑ لیں۔ شبِ برات رب سے قریب کرتی ہے۔ قربِ الٰہی میں بھٹکے ہوئے آہو کو لے آتی ہے۔ سوئے حرم قافلے چل پڑتے ہیں۔ منزل ہماری طیبہ ہے۔ جو راہ گم کردہ ہیں وہ راہِ راست پر آجاتے ہیں۔ عبادتوں کا ماحول بنائے رکھنا یقیناً گنہ گاروں کے لیے نیکیوں کا پیام ہے۔ حوصلہ وعزم کی معراج کی شب ہے شبِ برات۔ اس لیے اس کا تقدس اسی میں ہے کہ جویانِ عملِ صالح کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

ایک طریقہ یہ بھی ہے:

لوگ میوزک کے دل دادہ ہوتے ہیں۔ میوزک اور آلاتِ موسیقی شریعت میں حرام ہیں۔ ممنوع ہیں۔ اب ایسے افراد کے لیے جائز اعمال کی ترغیب ضروری ہے۔ شرعی نعت خوانی دراصل نرم دلوں کی بہار اور سنگ دلوں کا علاج ہے۔ ایسے اخلاق سوز ماحول میں نوجوانوں کو دین سے قریب کرنے کا اہم ذریعہ نعت خوانی بھی ہے۔ بزرگوں کی نعتوں سے دل کی دُنیا میں حسین انقلاب رُونما ہوتا ہے۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم، علامہ حسن رضا خان، محدث اعظم کچھوچھوی، حضرت نظمی میاں مارہروی، تاج الشریعہ، علامہ مدنی میاں کی نعتیں یقیناً دل کی پاکیزگی و روح کی بالیدگی کا باعث ہوگی۔ شبِ برات میں نعت کی محفلیں سجائیے۔ مرحومین کو ایصالِ ثواب کیجیے۔ نجات کی شب میں جائز طریقے سے خوشی منائیے۔ مسلمانوں کے یہاں میٹھا اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ رب کی رحمتوں کی عطا کا شکر ادا ہو۔ اپنے اقربا کی قبور پر جاکر دُعائیں کیجیے۔ اولیا کے مزارات پر جاکر ان کے توسل سے رب کی رضا کا ساماں کیجیے۔ ان شاء اللہ! مسائل کا تصفیہ ہوگا اور جائز امور میں کامیابی ملے گی۔

دو باتیں:

اس وقت ملک کے حالات ناگفتہ بہ ہیں۔ صہیونی سازشیں، بھگوا طاقتیں اسلامی شناخت ختم کروانا چاہتی ہیں۔ اسلامی شعائر، تمدن، تہذیب سبھی کچھ نشانے پر ہیں۔ ایسے ماحول میں دین سے پختہ وابستگی ہی باطل طاقتوں کی ناکامی کا سبب بنے گی۔ بارگاہِ رسالت میں گستاخی عام کی جا رہی ہے۔ گستاخوں کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔ انھیں ہر طرح کی مادی و منصبی مراعات مہیا کی جارہی ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے خلاف نسلِ نو کی ذہن سازی کی جائے۔ ہر گستاخ و جری سے اظہارِ نفرت کیا جائے۔ اولاد کو محبتِ رسول سکھائی جائے۔ یہی اسلاف کا درس ہے، یہی رمزِ ایمانی ہے، یہی ایمان وعقیدے پر استقامت کا تقاضا ہے ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ اُسے دل سے جُدا کردیں
پدر، مادر، برادر، مال و جاں اُن پر فدا کردیں

☆☆☆

طلبۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی قلمی انجمن
سالنامہ **باغِ فردوس** مبارک پور کا

مجتہدینِ اسلام (جلد اول)

صحابہ، مجتہدین و اہلِ فتویٰ رضی اللہ عنہم

منظرِ عام پر آچکا ہے، جس میں ۲۰ر مجتہدین صحابہ اور ۹۴ مفتیانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکرِ جمیل شامل ہے

صفحات: ۶۷۴ قیمت: ۶۰۰

ملنے کے پتے:

زم زم اکیڈمی، مبارک پور، اعظم گڑھ۔ 9889283697
المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور۔ 7007693076
مجلسِ برکات، ۴۹ا گراؤنڈ فلور، گوکل شاہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی
9911198459

زہد کی حقیقت

توحید اشرف اعظمی

دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں فانی ہیں، باقی رہنے والی ذات صرف رب ذوالجلال کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "و یبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام"

"تمھارے رب کی ذات باقی رہنے والی ہے جو عزت والا ہے، اس لیے دنیا اور اسباب ولوازم و دنیا سے بے رغبتی اور لاتعلقی میں ہی دنیا و آخرت کے لیے فوز و فلاح ہے۔ اسی بے رغبتی ولاتعلقی اور مولیٰ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے کا نام "زہد" ہے۔ بے شمار آیات کریمہ، احادیث نبویہ اور اقوال واحوال اولیائے اکرام سے زہد کے بارے میں پتہ چلتا ہے، بعض آیات مندرجہ ذیل ہیں۔ ترجمہ:- اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے (سورہ آل عمران آیت ۱۸۵)

امام نووی نے فرمایا اس متاع کی طرح جس کے عیوب چھپا دیئے جائیں جس سے خریدار دھوکا کھا جائے اس لیے جو اس سے دھوکا کھا کر اس کو ترجیح دے اس کو مغرور کہتے ہیں۔ ترجمہ:- اے لوگو بیشک اللہ کا وعدہ سچ ہے تو ہرگز تمہیں دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ کے حلم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔ (سورہ فاطر آیت ۵)

یعنی شیطان تمھارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال کر کہ گناہ سے مزہ اٹالو اللہ تعالی حلم والا ہے، وہ درگزر کردیگا، بیشک اللہ تعالی حلم والا ہے لیکن شیطان کی فریب کاری یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس طرح سے توبہ واستغفار اور عمل صالح سے روکتا ہے اور گناہ و معصیت پر جری کردیتا ہے- اور ان کے سامنے زندگانی دنیا کی کہاوت بیان کرو جیسے ایک پانی ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے سبب زمین کا سبزہ گھنا ہوکر نکلا کہ سوکھی گھاس ہوگیا جسے ہوائیں اڑائیں اور اللہ ہر چیز پر قابو والا ہے۔ (سورہ کہف آیت ۴۵)

مال اور بیٹے یہ جیتی دنیا کا سنگھار ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمھارے رب کے یہاں بہتر اور وہ امید میں سب سے بھلی۔ (سورہ کہف آیت ۴۶)

اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں: ،مال واولاد دنیا میں کھیتی کی حیثیت رکھتے ہیں، جب کہ نیک اعمال آخرت کے لیے کھیتی ہیں،۔ تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منھ دیکھا۔ (سورہ تکاثر آیت ۱-۲)

جان لو کہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور آرائش اور تمھارا آپس میں بڑائی مارنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے پر زیادتی چاہنا اس مینھ کی طرح جس کا اگایا سبزہ کسانوں کو بھایا پھر سوکھا کہ تو اسے زرد دیکھے پھر روندن ہوگیا اور آخرت میں سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بخشش اور اس کی رضا اور دنیا کا جینا تو نہیں مگر دھوکے کا مال۔ (سورہ حدید آیت ۲۰)

لوگوں کے لئے آراستہ کی گئی ان خواہشوں کی محبت عورتیں اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۴)

اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچّی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے مذکورہ تمام آیتیں زھد فی الدنیا کی تعلیم دیتی ہیں، چند آحادیث کریمہ بھی رقم کی جاتی ہیں تاکہ مضمون میں قرآن وحدیث سے استحکام پیدا ہوجائے -(سورہ حدید آیت ۲۰)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم با خدا عزوجل مجھے تم لوگوں پر محتاجی کا اندیشہ نہیں ہے البتہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ تم پر دنیا کہ پھیلا دی جاے گی جیسے تم سے پہلے امتی پر پھیلا دی گئی تھی تو تم اس کے لیے لڑوگے جیسے وہ لڑتے تھے اور دنے ا تم کو ہلاک لردے گی جیسے ان لوگوں کو ہلاک کردیا تھا-(مشکوٰۃ حدیث ۵۱۶۴)

ترجمہ:- حضرت عبدللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک مسافر رہتا ہے -(صحیح بخاری ۶۴۱۶)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے کے لیے جنت -(صحیح مسلم ۲۹۵۶)

ترجمہ:- حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ نیک لوگ زھد فی الدنیا کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ خوب صورت نہیں لگتے۔

(مسند ابو یعلیٰ حدیث ۱۷، ۱۶)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا عرض کی یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل مجھے بتائیں جس پر عمل کر کے میں اللہ تعالی کا بھی محبوب ہو جاوں اور لوگوں کا بھی محبوب ہو جاوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے بے رغبت ہو جا اللہ تجھ سے محبت فرمائے گا اور جو لوگوں کے پاس ہے اس سے بھی لاتعلق ہو جا، لوگ بھی تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ (ترمذی ۴۱۰۲/ متدرک امام حاکم ۷۸۷۳)

ترجمہ:- حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا کی قدر اللہ تعالی کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو ایک قطرہ پانی بھی کسی کافر کو نہیں دیتا- ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں زہد اختیار کرنا دل اور جان (جسم) کو راحت وسکون عطا کرتا ہے۔ (المعجم الاوسط، حدیث ۶۱۲)

مذکورہ بالا آحادیث کریمہ دنیا کی حقیقت اور زہد کی اہمیت واضح ہو جاتی کہ دنیا میں کوئی خیر نہیں، کوئی بھلائی نہیں، فوز وفلاح آخرت سے محبت کرنے میں ہے اور غفلت اور بے پروائی بڑا ہلاکت انگیز امر ہے۔ پچھلی امتیں کثرت مال طلبی میں ہلاک ہوئیں جس کی طرف حضور نے اشارہ فرمادیا۔ اب زہد کس کو کہتے ہیں؟ حقیقتاً زاہد کون ہے؟ اس کو سمجھتے ہیں۔

زہد کے متعلق امام نووی شارح صحیح مسلم نے فرمایا کہ زہد کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کی رضا حاصل کرے۔ امام زہری سے پوچھا گیا زہد کس کو کہتے ہیں؟ واقعتاً زاہد کون ہے؟ فرمایا زاہد وہ ہے جس کے کے صبر کو حرام شئ مغلوب نہ کر سکے اور حلال شئ شکر سے نہ روک سکے یعنی اس کی کیفیت یہ نہ ہو کہ اشیاے مباحہ شکر ادا کرنے سے روک دے اور حلال شئ اس کے صبر پر غالب آجائے۔ یحی بن معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا حقیقی زہد یہ ہے کہ بندہ جب کلام کرے تو اس سے کوئی مفاد، منفعت اور غرض طلب نہ کرے، عمل کرے تو کسی کے پاس ولحاظ کی وجہ سے نہ کرے مخلوق اس کی عزت و تکریم کرے تو کسی عہدہ، منصب اور پوزیشن کے باعث نہیں، اس کے پیش نظر صرف ابتغائے رضائے مولی عزوجل ہو اس کے دل میں صرف اللہ کی محبت ہو، اللہ اپنی محبت کے کی وجہ خلق کے دلوں میں اس کی محبت القا کر دے۔

زہد کی تین قسمیں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کی ہیں۔

(۱) دنیا سے انسان لاتعلق رہے، لیکن اس کی طبیعت اس کی طرف مائل رہے اور مجاہدہ کر کے دنیا سے بے رغبت رہے، اس کو متزہد کہتے ہیں یہ زھد سب سے ادنی درجہ ہے۔

(۲) دنیا تو اپنی خوشی سے ترک کرے لیکن جس کی طرف رغبت رکھتا ہے اس کی نسبت دنیا کو حقیر جانتا ہے، جیسے کوئی شخص دو درہم کے لیے ایک درہم چھوڑ تا ہے، جو ترک کیا ہے اس کی بھی قدر اس کے نزدیک ہے، لیکن زیادہ قدر والی چیز کے لیے اس کو ترک کیا ہے۔

(۳) دنیا سے اس طرح بے رغبت اور لاتعلق ہو جائے کہ اس کا خیال بھی نہ ہو اس نے کچھ ترک کیا ہے، اس کی نظر میں دنیا کوئی شئ نہیں، اس کا قصد و ارادہ صرف مولائے کریم کی رضا ہو، اس کو جنت کی خواہش اور جہنم کا خوف بھی نہ ہو، یہ زہد کا سب سے اعلی درجہ ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:- جان لو کہ دنیا سے بے رغبتی سالکین کے مقامات میں سے ہے ایک ہے، دوسرے مقامات کی طرح یہ مقام بھی علم، حال اور عمل سے مرکب ہوتا ہے۔

حال: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شئ سے رغبت و توجہ ہٹا کر دوسرے شئ کی طرف کرنا، تو جس شئ سے بے رغبتی اور لاتعلقی کی اس کی نسبت اس کے حال کو زہد کہتے ہیں اور جس کی طرف مائل متوجہ ہوا اس کی نسبت سے حال رغبت و محبت کہلاتا ہے۔ گویا زہد دو شئ کا خواہاں ہے ایک جس سے بے رغبتی کا اظہار کیا جائے، دوسرا جس میں رغبت کیا جائے۔ لیکن یہ بات بھی ضروری ہے کہ جس سے بے توجہی کی جارہی ہے۔ اس میں کسی نہ کسی جہت سے رغبت کی جاتی ہو، اس لیے وہ زاہد نہیں کہلاتا جو پتھر اور مٹی وغیرہ چھوڑ دے۔ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: اور (یوسف علیہ السلام کے) بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں گنتی کے روپوں پر بیچ ڈالا اور انہیں اس میں کچھ رغبت نہ تھی (سورہ یوسف) اس میں برادران یوسف علیہ السلام کے وصف کو زہد سے تعبیر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والد کی توجہ اپنی طرف کرانے کے خواہاں تھے، یہ بات ان کے نزدیک یوسف علیہ السلام سے زیادہ محبوب تھی چناں چہ انھونے عوض کے طمع میں ان کو بیچ دیا۔ اس لیے جو دنیا کو آخرت کے عوض بیچتا ہے وہ دنیا میں زاہد ہے، جو آدمی دنیا کے بدلے آخرت کو بیچتا ہے وہ بھی زاہد ہے، لیکن زاہد فی الآخرہ۔ اصطلاح میں زہد کہتے ہیں دنیا سے الگ تھلگ ہو کر، دنیا کی محبت دل سے نکال کر آخرت کی طرف متوجہ ہونا۔ جو شخص دنیا سے بے رغبت اور لاتعلق ہو کر اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہو جائے حتی کہ جنت کی طمع اور جہنم کا خوف بھی نہ ہو، **(باقی ص: ۵۰ پر)**

دوسری شادی اور طلاق

اسلامی نقطۂ نظر سے

مولانا محمد نور عالم نوری مصباحی

ایک سے زیادہ نکاح: ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا کوئی عیب نہیں، بلکہ حسن نیت ہو تو خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کا باعث ہے۔ جیسا کہ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فتزوّج فانّ خیر ھٰذہ الامّۃ اکثرھا نساء" نکاح کرو کیوں کہ اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ بیوی والا ہے"

(بخاری، ج: ۲ ص ۷۵۸)

اس حدیث پر امام بخاری نے باب کثرۃ النساء کا عنوان قائم فرمایا ہے۔ اس کے تحت فقیہ الہند نائب مفتی اعظم ہند مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: "کثرت نساء کا باب باندھ کر امام بخاری نے یہ افادہ فرمایا کہ عورتوں کی کثرت جتنی شریعت نے اجازت دی ہے معیوب نہیں بلکہ بنیت حسن مستحسن ہے، بلکہ بعض دفعہ ایک سے زیادہ عورتیں کرنا ضروری ہوجاتا ہے، ہمارے ہندوستان کے مسلمانوں پر ہندو تہذیب غالب ہے اس لیے ایک سے زیادہ عورتوں کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اتنا کہ اگر کوئی ایک سے زیادہ عورت کرلے تو اس پر طرح طرح سے طعن کیا جاتا ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ بلکہ ہندوستان میں جن لوگوں کو وسعت ہو انہیں مناسب ہے کہ ایک سے زائد بیویاں کریں تاکہ مسلمانوں کی تعداد بڑھے۔ میرا ذوق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کی نیت سے ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرے اور ان کے درمیان عدل کرے تو وہ ثواب کا مستحق ہوگا۔"

(نزہۃ القاری۔ ج:۸ ص ۳۰)

کیوں کہ شریعت مصطفوی کا عام قاعدہ ہے کہ جہاں وہ گناہ سے روکتی ہے وہیں اس کے دواعی اور محرکات سے بھی منع کرتی ہے۔ شریعت نے زنا حرام کیا تو اس گناہ کے داعی بے ستری، بے حجابی اور بدنگاہی سے بھی سختی سے منع کردیا۔ گناہ کے زور کو جو چیز جتنا توڑے گی خدا اور سول کے نزدیک اس کا زیادہ ہونا اتنا ہی محبوب اور پسندیدہ ہوگا اور نکاح ایسا ہی ہے۔ اس سے اس قدر گناہ کا زور ٹوٹتا ہے کہ بعد نکاح بندہ کا نصف دین مکمل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اسے زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے، جب کہ کثرت نکاح سے شریعت نے منع بھی نہیں کیا ہے۔ آیئے اس کے متعلق قرآن وحدیث کے صریح ارشادات سے روشنی حاصل کریں اور اس بابت اللہ اور اس کے رسول کی پسند معلوم کریں۔

بلاشبہ ہمارے مذہب مہذب میں نکاح کا عام سے عام ہونا اور زیادہ سے زیادہ ہونا مطلوب و مرغوب ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں کثیر آیات نکاح کی ترغیب، دعوت اور اس کی اہمیت پر مشتمل ہیں۔ جب کثرت نکاح کے تئیں شرع میں نہی وارد نہیں تو ظاہر ہے اس ترغیب سے بندگان خدا کو کثرت نکاح کی طرف بلانا مفہوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمان مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے " تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم"

زیادہ محبت کرنے والی، زیادہ بچہ پیدا کرنے والے خاتون سے نکاح کرو کیوں کہ میں تمھاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ کا کثیر در کثیر ہونا ہمارے نبی کو پسند ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لیے کثرت نکاح درکار ہے۔ اسی کی طرف رہنمائی بلکہ ترغیب کے لیے حکم فرمایا " نکاح کا اعلان کرو، مسجد میں کرو، جمعہ کے دن کرو" یہ اس لیے تاکہ دوسرا، تیسرا، چوتھا بلکہ ہر ہر فرد بشرط اہلیت اس مقدس فریضہ کو انجام دیتا چلا جائے۔ جسے ملاحظہ فرماکر تربت اقدس میں روح اقدس خوشی سے جھوم اٹھے۔ اس کی تائید اس ارشاد پاک سے بھی ہوتی ہے " ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ" سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو کم سے کم خرچ میں ہوجائے۔ کثرت خرچ سے سرپر قرض کا بار نہ آئے۔ اس وجہ سے شریعت کی پسند کثرت نکاح کے لیے بندہ زیادہ سے زیادہ آمادہ ہو اور اپنی کوشش سے بروز حشر حضور پاک کے لیے سامان افتخار تیار کرے۔ خود معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کثرت سے شادیاں کیں۔ سیرت پاک کے مطالعہ سے گیارہ ازواج مطہرات کا حضور کے حبالۂ عقد میں آنا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ ایک سے زیادہ شادی کرنا آپ پر فرض یا واجب نہیں تھا۔ اس کثرت نکاح میں حکمتوں کے ساتھ ساتھ ایک حکمت یہ بھی تھی کہ نونہالان اسلام زیادہ سے زیادہ ہوں اور امت محمدیہ تعداد میں بھی ساری امتوں سے فائق اور برتر ہو۔ یہ کثرت نکاح اس ذات نے کیا جو ہمارے لیے ہر معاملہ میں نمونۂ عمل ہے۔ اس لیے ایک

سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا بھی حضور کی پاک سنت پر عمل کرنا ہے۔ لیجیے اس کی چند جھلکیاں ہم آپ کو بزرگوں کے احوال میں دکھاتے ہیں۔ سبط اکبر حضرت حسن مجتبیٰ نے سو کے قریب شادیاں کی۔ خلفائے راشدین اور حضرت امیر معاویہ اور ائمۂ مجتہدین میں سے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں۔ اولیائے کرام میں حضور غوث پاک نے چار اور حضرت غریب نواز نے دو شادیاں کیں۔ ایک سے زیادہ شادی کرنے والے ان کے علاوہ بہت سے اللہ والے ہیں۔ کثرت مصروفیات کے باعث جن کی حیات پاک کا یہ گوشہ راقم حاصل نہ کر سکا۔ اور اس صفت سے متّصف علمائے کرام تو الحمد للہ ان گنت ہیں حاشاللہ ہزار بار حاشاللہ! اگر اس کام میں برائی کا ادنیٰ سا بھی شائبہ ہوتا تو حضور پاک سے لے کر مذکورہ بالا ان پاک ہستیوں تک کوئی صاحب اس کا اقدام کر سکتے تھے؟ نہیں اور ہرگز نہیں معلوم ہوا ایک سے زیادہ نکاح خوب اور بہت خوب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی بندۂ خدا بوصف استطاعت دو، تین یا چار شادیاں کرتا ہے جب کہ ازواج کے درمیان عدل وانصاف کا پورا پورا خیال رکھتا ہے تو اس پر زبان طعن دراز کرنا، اسے سب وشتم کرنا بالکل دانشمندی نہیں بلکہ ایسے کو دل کھول کر سراہنا اور اسے اس کی ہمت مردانہ پر داد دینا چاہیے کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ سنت نبوی پر عمل کر کے اللہ اور اس کے رسول کو خوش کیا۔ کیوں کہ نکاح سے مانع جب کوئی نقص عیب نہ ہو تو شادی کرنا کم سے کم سنت مؤکدہ یا جائز ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے:

" نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنا گناہ ہے اور اگر حرام سے بچنا یا اتباع سنت وتعمیل حکم یا اولاد حاصل کرنا مقصود ہو تو ثواب بھی پائے گا اور اگر محض لذت یا قضائے شہوت منظور ہو تو ثواب نہیں۔"

یعنی اس صورت میں بھی جائز ہے اگر چہ ثواب نہیں ملے گا۔ اور یاد رہے کہ یہ حکم صرف پہلی شادی کا نہیں بلکہ ایسی حالت میں دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کا بھی یہی حکم ہے جب کہ سکت ہو اور بیویوں کے درمیان ناانصافی نہ ہو مگر مزاج شریعت کے خلاف عوام اسے اپنے خود ساختہ نظریات کی بنا پر بہت زیادہ برا جانتے ہیں اور جو در حقیقت شریعت میں بہت بڑا گناہ ہے۔ بروز حشر عنداللہ جس کی سخت باز پرس ہوگی، قرآن وحدیث میں جس پر سخت سے سخت تر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً نمازوں کو چھوڑے رہنا، بلاعذر شرعی ترک جماعت کی عادت بنالینا، اس کے لیے نادان اور ان پڑھ عوام چوں تک نہیں کرتے۔ ہاں جہاں کسی نے ایک بیوی رہتے ہوئے دوسرا تیسرا نکاح کر لیا یا بچوں والی بیوہ یا مطلقہ نے شادی کر لی یا بیٹا بہو اور بیٹی داماد والے معمر شخص نے نئی بیوی لالیا تو نہ جانے عوام کیوں اتنا خفا ہو جاتے ہیں کہ ان بے خطا لوگوں کو سخت قصوروار ٹھہرا کر نظروں سے گرا دیتے ہیں۔ ان سے بات کرنا، ان کی مجبوری سننا تک گوارہ نہیں کرتے گویا وہ کوئی ناقابل معافی جرم کر بیٹھے ہیں۔ نتیجتاً ایسے جابرانہ رویہ اور ظالمانہ طریقۂ کار کے دباؤ میں آکر کچھ لوگ اپنے فطری تقاضوں سے جنگ کرتے ہوئے گھٹ گھٹ کر زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور قدرتی خواہشوں کو عوامی ذہنیت کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں، جب کہ دوسری سمت کچھ لوگ ناجائز قدم اٹھا لیتے ہیں اور اپنی دنیا وآخرت میں ذلت کا سامان تیار کر لیتے ہیں۔ خسر اور بہو، ساس اور داماد، چچی اور بھتیجا، دیور اور بھابی اور اس قسم کے دیگر سیکڑوں لوگوں کے چونکا دینے والے ناجائز تعلقات جو دارالافتا کے رجسٹروں اور اخبارات کی سرخیوں نیز روز مرہ کے واقعات میں پڑھنے اور دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان میں کچھ اگر چہ اللہ کے قہر وجلال سے بے اعتنائی اور بندگان نفس کی بے باکی کا نتیجہ ہیں مگر زیادہ تر دخل مذکورہ بالا تنگ نظری اور محدود ذہنیت کے ساتھ ان اسباب ووجوہ کا ہے جو ذیل میں درج ہیں:

☆ اعلیٰ تعلیم اور بڑی بڑی ڈگریوں کے حصول کے لیے شادی نہ کرنا۔

☆ اسکول اور کالج کے غیر اسلامی مخلوط ماحول میں تعلیم دلانا۔

☆ لڑکے والوں کا لڑکی والوں سے جہیز کے نام پر لڑکی کے زندگی بھر کے اخراجات کا مطالبہ کرنا۔

☆ طویل مدت تک بیوی سے جدا ہو کر پردیس میں رہنا۔ جب کہ حضرت فاروق اعظم نے فیصلہ فرمایا ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے چار ماہ سے زائد دوری اختیار نہ کرے۔

☆ خود کفیل (پاؤں پر کھڑا ہونے) ہونے کے نام پر خطیر رقم جمع کرنے کی غرض سے شادی میں اتنی تاخیر کرنا کہ فطری جذبہ مدھم پڑ جائے۔

☆ بیوہ عورتوں کا دوسری شادی صرف اس لیے نہ کرنا کہ لوگ طعن وتشنیع کریں گے۔

☆ عام طور پر جن عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے ان کے علاوہ سے نکاح کو سخت معیوب جاننا، حالانکہ قرآن وحدیث میں مصرح چند عورتوں کو چھوڑ کر ساری عورتوں سے نکاح حلال ہے۔

☆ نکاح جو بہت آسان ہے اسے مشکل بنا دینا۔

لہٰذا اس سے پیشتر کہ عوامی ذہنیت کی کوکھ سے جنم لینے والے اس کثرت گناہ کے سبب کوئی عظیم بلا آجائے مسلمانوں کو اپنے خیالات فاسدہ اور افکار مخترعہ کو فوری طور پر بدل دینا چاہیے۔ بھولے بھالے ناخواندہ مسلمانوں کا عجیب وغریب حال ہے خدا اور رسول نے اپنی حکمت بالغہ سے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ ان کی حرمت کا پاس ولحاظ نہیں کرتے اور کرم فرما کر جن چیزوں کو جائز

اور حلال ٹھہرایا ہے ان میں اپنی جانب سے تنگی کی راہ نکالتے ہیں اور حلال عورتوں کو حرام گردانتے ہیں۔ شاید ایسے ہی لوگوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے فقہائے کرام نے کچھ عورتوں کا نام لے کر حلال ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ وہ عورتیں بھی 'احل لکم ماوراء ذالکم' کے عموم میں داخل تھیں۔ مثلاً چچی کی سگی بہن، بہو کی ماں یعنی سمدھن، بیوی کے انتقال کے بعد اس کی بھتیجی، بیوی کی خالہ، جبکہ بیوی نکاح یا عدت میں نہ ہو۔ بیوی کی سوتیلی ماں، باپ کی وہ ساس جو اس کی نانی نہیں، نہ سگی نہ سوتیلی، ماموں کی پوتی، چچی اور مامی جب کہ چچا اور ماموں مرجائیں یا چاچی اور مامی کو طلاق دیدیں اور عدت گزر جائے، اپنی بیوی کی بہو جب کہ اپنی بہو نہ ہو، چچازاد بھائی کی بیٹی، سوتیلی ماں کی بہن، پھوپھی کے انتقال کے بعد پھوپھا، بیوی کی بہن کی لڑکی، چچازاد پھوپھی یعنی باپ کی چچازاد بہن، چچازاد بہن کی لڑکی۔ ان سب سے نکاح بلاعذر صحیح اور درست ہے۔ اپنی طرف سے اس کے خلاف کچھ کہنا یا سوچنا سخت قبیح وشنیع امر ہے۔ لہٰذا اس پہلو سے بھی عامۃ الناس کے سوچ وفکر کے رخ کو صحیح سمت دینا از حد ضروری ہے۔ کیوں کہ از خود حلال عورتوں کے دائرے کو محدود کرنے سے بھی مشکلیں بڑھتی ہیں اور انسان چار وناچار گناہوں کے قعر مذلت میں جاگرتا ہے۔

عورتوں کا ایک شوہر سے محرومی کے بعد پھر سے نکاح کرنا:

کہیں اور نہ جاکر صرف ازواج مطہرات کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے علاوہ تمام امہات المومنین نے ایک شوہر کی زندگی کے بعد پھر سے نکاح کیا ہے۔ ان میں بعض مثلاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو حضور کی زوجیت میں آنے سے پہلے صاحب اولاد بھی تھیں۔ حضور پاک کے اس دلربا طریقۂ کار سے جہاں بیوگان سے نکاح کی ترغیب مترشح ہوتی ہے وہیں ان اللہ والیوں کا اپنے سابق شوہروں کے بعد حضور کی زوجیت میں آنے سے عورتوں کا ایک شوہر سے جدائی کے بعد بے نکاح نہ رہنے اور رشتہ ازدواج سے منسلک ہوجانے کی تعلیم ملتی ہے اور پھر کس کو نکاح کی کتنی ضرورت ہے اس کو وہی بہتر جانتا ہے۔ اس لیے مرد ہو خواہ عورت اگر اسے نکاح کی خواہش ہو تو مقدور بھر اس کی مدد کرنی چاہیئے اور اس کے لیے ماحول بنانا چاہیئے۔ خدا سب کو توفیق دے۔ آمین۔

طلاق اور اس کا ردِّ عمل: نکاح کے ذریعہ عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے۔ اس پابندی کے اٹھادینے کا نام طلاق ہے۔ اگر چہ بے وجہ شرعی طلاق دینا ممنوع ہے مگر جب وجہ شرعی ہو تو طلاق دینا نہ صرف جائز بلکہ بعض صورتوں میں مستحب بھی ہے۔ مثلاً عورت شوہر کو یا اوروں کو ایذا دیتی ہے یا نماز نہیں پڑھتی ہے تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو اس حالت کے ساتھ دربار خدا میں میری پیشی ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ (بہار شریعت، ج:۸، ص ۱۱۰)

یوں ہی جو عورت بدکردار، آوارہ اور بدچلن ہو اس کو بھی طلاق دینا مستحب ہے۔ بلکہ بعض دفعہ تو یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ میاں بیوی جدا ہوجائیں۔ حضور شارح بخاری علیہ الرحمۃ نزہۃ القاری میں رقم طراز ہیں: "کبھی کسی سبب سے اور کبھی بلا سبب بھی میاں بیوی میں محبت پیدا نہیں ہوپاتی بلکہ شدید نفرت رہتی ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہوتا ہے کہ میاں بیوی میں جدائی کردی جائے، اسی حکمت کے پیش نظر طلاق مشروع ہوئی ہے۔ "مگر نبھاؤ کی ہر کوشش ناکام ہوجانے کے بعد بھی جب کوئی بندۂ خدا اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو مسلمان انسانیت کی تمام حدیں توڑ کر آپے سے باہر ہوجاتے ہیں اور اس طلاق دینے والے کی بے حرمتی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ بلکہ ستم بالائے ستم یہ کہ اس مظلوم کے خلاف کورٹ کچہری کا دروازہ کھٹکھٹاتے بھی نہیں شرماتے۔ حیرت ہے کنٹرول کا ہر حربہ بے سود ہوجانے کے بعد بھی اگر طلاق دینے کی اجازت نہیں تو اس کا کیا مطلب ہے یہی نا کہ نہ ختم ہونے والی نااتفاقی کے بعد بھی شوہر دیگر قوموں کی طرح رشتۂ ازدواج باقی رکھنے پر مجبور رہے۔ پھر تو نتیجہ میں کبھی یہ بھی ہوگا کہ وہ شخص جسے دو بیویوں کے نبھاؤ کی اہلیت نہ ہو یا اس صورت کہ اس میں دوسری بیوی کی استطاعت نہیں جس سے سکون حاصل کرے۔ اور اس پہلی بیوی سے محبت نہیں بلکہ نفرت کی مضبوط چٹان بیچ میں حائل ہے۔ اور اس سے جاں خلاصی کی بھی کوئی راہ نہیں ورنہ عوم گلا دبوچ لے گی۔ تو اب آخر یہی ہوگا کہ وہ زنا میں مبتلا ہوجائے گا یہ کتنی گھناؤنی بات ہے۔ اسے اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کا کوئی بھی مذہب گوارہ نہیں کرسکتا۔ غور رتو کریں اگر طلاق دینا اتنا بڑا جرم ہے تو شرع نے اسے جائز بلکہ بعض صورتوں میں مستحب کیوں کیا؟ ناجائز وحرام کرنا چاہیے۔ ہاں بعض صورتوں میں منع بلکہ گناہ بھی ہے۔ مثلاً تین طلاق ایک ساتھ دینا، حیض کی حالت میں طلاق دینا، اس طہر میں طلاق دینا جس میں ہمبستری کرچکا ہے، مگر یہ بھی ایک سچائی ہے کہ ایک دیندار مسلمان بوجہ مجبوری طلاق دے گا تو قوانین شرع کا پاس ولحاظ کرے گا۔

قارئین! اسلام میں افراط وتفریط کی کوئی گنجائش نہیں۔ لہٰذا طلاق دینے والے کے خلاف بے سوچے سمجھے آسمان سر پہ اٹھالینا، ہنگامہ آرائی کرنا یقیناً غیر دانشمندانہ رویہ ہے۔ خدا ہم سب کو دین کی سمجھ عطا فرمائے۔

آخری قسط

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ

کرامات وتعلیمات

محمد ناصر منیری

توبہ کی فضیلت: توبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قرآن کریم میں حکمِ الٰہی ہے:

یٰایھا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا. (التحریم:۸/۶۶)

یعنی اے ایمان والو! اللہ کی طرف سے ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

آگے خواجہ صاحب نے فرمایا: میں نے حدیقہ میں لکھا دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے لیے توبہ کرنا فرض ہے۔ مزید فرماتے ہیں: جب حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں آئے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: مولا تو نے شیطان کو مجھ پر مقرر کیا ہے اور مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ میں اسے روک سکوں، مگر تیری توفیق سے۔ تو حکم آیا: جب میں تجھے اور تیری اولاد کو محفوظ رکھوں گا تو وہ ہرگز قابو نہ پا سکے گا۔ پھر حضرت آدم نے عرض کی: مولا اور زیادہ واضح فرما۔ آواز آئی: اے آدم! میں نے توبہ فرض کر دی ہے، جب تک مخلوق اس جہان میں ہے۔ جب تیرے فرزند توبہ کریں گے تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں: مرنے سے پہلے توبہ کر لو بعد میں افسوس کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف رات کی توبہ کے لیے ایک دروازہ بنایا ہے جس کی فراخی ستّر سال کی راہ کے برابر ہے۔ آگے خواجہ صاحب فرماتے ہیں: توبہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) توبۂ نصوح کہ اس کے بعد انسان گناہ کے نزدیک نہ پھٹکے

(۲) وہ توبہ کہ دن رات توبہ کرے اور توڑ ڈالے، ایسی توبہ اچھی نہیں۔

موت کی یاد: جب موت کو یاد کرنے کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی تو آپ نے فرمایا: حدیثِ پاک میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: موت کو یاد کرنا دن رات کے قیام اور عبادتِ فاضلہ سے بہتر ہے۔ آگے خواجہ صاحب فرماتے ہیں: زاہدوں میں سب سے اچھا زاہد وہ ہے جو موت کو یاد رکھے اور ہمیشہ موت کے شغل میں رہے۔ ایسا زاہد اپنی قبر میں جنت کا سبزہ زار دیکھے گا۔

علم کی فضیلت: علم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو شخص علم سیکھتا ہے خدائے تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اس کا نام اولیا کے آسمان پر لیا جائے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) خاص خدا کے لیے علم حاصل کرنا (۲) علم عام۔ جو شخص علم کا کلمہ سنے یہ اس سے بہتر ہے کہ ایک سال عبادت کرے۔ اور جو شخص ایسی جگہ بیٹھتا ہے جہاں علم کا تذکرہ ہوتا ہے، اس کا ثواب غلام آزاد کرنے کے برابر ہوتا ہے اور علم اندھے کے لیے بہشت کا رہ نما ہے اور اللہ جل شانہ علم کو دنیا اور آخرت میں ضائع نہیں کرتا۔

کسبِ معاش کی فضیلت: روزی کمانے اور کام کرنے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے اٹھ کر پوچھا: یارسول اللہ ﷺ میرے پیشے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضور نے پوچھا: تمھارا پیشہ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: درزی کا کام۔ آپ نے فرمایا: اگر تم سچائی سے یہ کام کرو تو بہت اچھا ہے۔ قیامت کے دن تم حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔ دوسرے آدمی نے اٹھ کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے پیشے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضور نے پوچھا: تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے عرض کی: کاشت کاری۔ آپ نے فرمایا: یہ بہت اچھا کام ہے، اس وجہ سے کہ یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ یہ بہت مبارک اور فائدہ مند کام ہے۔ خدائے تعالیٰ حضرت ابراہیم کی دعا سے تمھیں برکت دے گا اور قیامت کے دن جنت میں تم حضرت ابراہیم کے ساتھ ہوگے۔ پھر ایک اور شخص نے اٹھ کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! میرے پیشے کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضور

Nasirmaneri92@gmail.com

نے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے عرض کی: میرا کام تعلیم و تدریس ہے۔ آپ نے فرمایا: تمھارے کام کو اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔ اگر تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کرو تو قیامت کے دن حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تمھیں ثواب ملے گا اور تم عدل کرو تو آسمان کے فرشتے تمھارے لیے معافی کے خواستگار ہوں گے۔ پھر ایک اور شخص نے اٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے پیشے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ حضور نے پوچھا: تمھارا پیشہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: تجارت و سوداگری۔ آپ نے فرمایا: اگر تم سچائی سے کام کرو گے تو جنت میں پیغمبروں کے ہمراہی ہوگے۔

آگے خواجہ ہارونی فرماتے ہیں:

روزی کمانے والا خدا کا دوست ہوتا ہے، لیکن اسے چاہیے کہ نماز ہر وقت ادا کرے اور شریعت کی حد سے قدم باہر نہ رکھے۔ کیوں کہ حدیثِ پاک میں ہے کہ ایسا روزی کمانے والا خدا کا پیارا اور صدیق ہوتا ہے۔

صدقہ کی فضیلت: صدقہ دینے کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

خواجہ یوسف چشتی کے فتاویٰ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ حضور نے فرمایا: صدقہ دینا جہنم کی آگ کے لیے پردہ ہوتا ہے (آگے خواجہ ہارونی فرماتے ہیں) حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ستر (۷۰) سال تک اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا۔ میں نے بہت ساری مصیبتیں اٹھائیں، لیکن بارگاہِ الٰہی کا دروازہ نہیں کھلا۔ جوں ہی میں نے اپنی طرف خیال کیا اور جو مال میری ملکیت میں تھا سب راہ خدا میں خرچ کیا تو دوست (یعنی خدا) میرا ہو گیا اور جو دوست کی ملکیت تھی سب میری ملکیت ہو گئی۔

(پھر خواجہ صاحب فرماتے ہیں) حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آثار اولیا میں لکھا ہے: ایک درہم صدقہ کرنا ایک سال کی اس عبادت سے بہتر ہے جس میں دن کو روزہ رکھا جائے اور رات کو کھڑے ہو کر عبادت کی جائے۔ (خواجہ صاحب فرماتے ہیں): جس روز امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسّی ہزار دینار راہِ خدا میں خرچ کیے اور گدڑی پہن کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا: اے ابو بکر! دنیا کے ذخیرے میں سے کچھ باقی رکھا ہے؟ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! خدا اور رسول (یعنی خدا اور اس کا رسول کافی ہے)۔ جوں ہی حضرت ابو بکر نے یہ کہا فوراً حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار مقرب فرشتوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور بعد سلام عرض کی: یا رسول اللہ! فرمان باری تعالیٰ ہے کہ آج ابو بکر نے ہماری راہ میں اپنا مال خرچ کیا ہے، اسے ہمارا سلام ہو۔ اس سے کہو کہ تونے وہ کام کیا ہے جس میں ہماری رضا تھی اور ہم وہ کام کرتے ہیں جس میں تیری رضا ہے۔ آگے خواجہ ہارونی فرماتے ہیں: آثار اولیا میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ صدقہ نوری ہے اور حوروں کی خوب صورتی کا باعث ہے، صدقہ ہزار رکعت (نفل) نماز سے بہتر ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو صدقہ دینے والوں کا ایک گروہ عرش کے نیچے مقام پائے گا اور جن لوگوں نے موت سے پہلے صدقہ دیا ہے موت کے بعد وہ ان کے لیے گنبد بنے گا۔ پھر فرمایا: صدقہ بہشت کی سیدھی راہ ہے اور جو شخص صدقہ دیتا ہے وہ خدا کی رحمت سے دور نہیں ہوتا۔ مزید خواجہ صاحب فرماتے ہیں: اے درویش! زمین سخی آدمی پر فخر کرتی ہے اور رات دن وہ زمین پر چلتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

محتاجوں کی حاجت روائی: حاجت روائی کے بارے میں گفتگو ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس مومن سے خدائے تعالیٰ خوش ہوتا ہے جو دوسرے مومن کی ضرورت پوری کرتا ہے اور اس کا مقام جنت میں ہوتا ہے۔ آگے فرمایا: جو شخص مومن کی عزت کرتا ہے اس کی جگہ بہشت میں ہوتی ہے اور خدائے تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اگر بندہ کسی کی جوتی سیدھی کرے یا مومن کے پاؤں سے کانٹا نکالے تو اللہ تعالیٰ اسے صدیقوں اور شہیدوں میں شمار کرتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں: مشائخ طبقات اولیا نے فرمایا ہے: اگر بالفرض درودوں اور بندگی میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آئے اور اس سے ملنا چاہے تو اسے لازم ہے کہ سب کام چھوڑ کر اس کے کام میں مشغول ہو جائے اور جس قدر ہو سکے اس میں کوشش کرے اور حدیثِ پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مومن بھائی کی حاجت پوری کرتا ہے خدائے تعالیٰ اس کی دنیا و آخرت کی حاجتیں پوری کرتا ہے اور قیامت کے دن وہ جنت میں جائے گا اور حضرت آدم علیہ السلام کا ہم سایہ ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں: جو شخص فقیروں کو کھانا کھلاتا ہے وہ تمام گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: جو شخص بھوکے کو کھانا کھلائے اللہ تعالیٰ اس کی ہزاروں حاجتیں پوری فرماتا ہے، جہنم سے آزاد کرتا ہے اور جنت میں اس کے لیے محل تعمیر کرتا ہے۔ پھر فرمایا: جس وقت کوئی آدمی پیاسے کو پانی پلاتا ہے اس گھڑی اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں، گویا وہ ابھی ماں کے شکم سے نکلا ہے اور وہ بغیر حساب کتاب جنت میں جائے گا اور اگر اسی دن موت ہوجائے تو شہید کی موت مرے گا۔

پھر فرمایا: تین قسم کے لوگ جنت میں نہیں جائیں گے: (۱) جھوٹ بولنے والا درویش (۲) بخیل دولت مند (۳) خیانت کرنے والا تاجر۔ ان تینوں کو سخت عذاب ہوگا۔ تو جب درویش جھوٹا، مال دار بخیل اور سوداگر خائن ہوجائے تو اللہ تعالیٰ دنیا سے برکت اٹھالیتا ہے۔

نفس کا مجاھدہ: مجاہدۂ نفس کے متعلق، خواجہ عثمان ہارونی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے کہا کہ اپنے مجاہدے کا حال بیان کریں۔ آپ نے فرمایا: اگر میں اپنے مجاہدے کا حال بیان کردوں تو تمھیں سننے کی طاقت نہیں۔ لیکن ہاں! جو میں نے اپنے نفس کے ساتھ معاملہ کیا ہے، اگر وہ سننا چاہتے ہو تو میں سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت میں نے نفس کو نماز کے لیے طلب کیا تو اس نے موافقت نہ کی اور نماز قضا ہوگئی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ میں مقررہ مقدار سے کچھ زیادہ کھانا کھالیا تھا۔ جب دن چڑھا تو میں نے یہ ٹھان لی کہ سال بھر میں نفس کو پانی نہیں دوں گا۔

آگے خواجہ ہارونی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابوتراب بخشی کو سفید روٹی اور مرغی کے انڈے کھانے کی خواہش ہوئی کہ اگر آج مل جائیں تو ان سے روزہ افطار کرلوں۔ اتفاقاً عصر کی نماز کے وقت خواجہ صاحب تازہ وضو کرنے کو باہر نکلے تو ایک لڑکے نے آکر خواجہ صاحب کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ یہ چور ہے، اس دن میرا سامان چوری کرکے لے گیا تھا اور آج پھر آیا ہے تاکہ کسی اور کا مال چرائے۔ یہ شور سن کر لوگ اکٹھے ہوئے۔ لڑکا اور اس کے باپ مکے مارنے لگے۔ خواجہ صاحب نے ان کی گنتی کی تو چھ مکے لگ چکے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا، اس نے خواجہ صاحب کو پہچان لیا اور کہا: اے لوگو یہ چور نہیں، یہ تو خواجہ ابوتراب بخشی ہیں۔ لوگوں نے معافی مانگی کہ آپ معاف کردیں ہمیں معلوم نہیں تھا۔ جب وہ آدمی شام کو اپنے گھر لے گیا اور شام کی نماز کے بعد وہ بیٹھے تو مرغے کے انڈے اور سفید روٹی جو اتفاقاً اس کے گھر میں موجود تھے پیش کیے۔ جب خواجہ صاحب نے دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا کہ اٹھالے جاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔ اس نے پوچھا: کیوں؟ آپ نے فرمایا: آج میں نے صرف اس کی خواہش کی تھی تو چھ مکے کھائے، اگر کھالوں تو پتا نہیں کون سی مصیبت نازل ہوجائے۔

دوسرے مقام پر خواجہ ہارونی فرماتے ہیں:

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی اور خواجہ شبلی علیہما الرحمہ بغداد سے باہر نکلے اور نماز کا وقت قریب آن پہنچا۔ دونوں بزرگ تازہ وضو کرنے میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں ایک شخص لکڑیوں کا گھٹر سر پہ اٹھائے جارہا تھا، جب اس نے انھیں دیکھا تو فوراً اسے نیچے رکھ کر وضو میں مشغول ہوا۔ ان بزرگوں کو معلوم ہوگیا کہ یہ مرد خدا رسیدہ ہے۔ سب نے اسے امام بنایا، جب نماز شروع کی تو رکوع و سجود میں دیر تک رہا۔ نماز سے فراغت کے بعد اس سے اس کا سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا: میں دیر اس وجہ سے کرتا تھا کیوں کہ جب تک ایک تسبیح پڑھ کر "لبيك عبدی" نہ سن لیتا دوسری تسبیح نہ پڑھتا۔

مزید خواجہ ہارونی فرماتے ہیں: میں نے اپنے پیر خواجہ حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالے میں لکھا دیکھا کہ خواجہ یوسف چشتی علیہ الرحمۃ چاہتے کہ نماز شروع کریں، ہزار دفعہ تکبیر کہہ کر بیٹھ جاتے۔ جب مکمل حضوری حاصل ہوتی تب نماز شروع کرتے اور جب اياك نعبد و اياك نستعين پر پہنچتے تو دیر تک ٹھہرے رہتے۔ الغرض ان سے جب اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جس وقت مکمل حضوری حاصل ہوتی ہے اس وقت نماز شروع کرتا ہوں، کیوں کہ جس نماز میں مشاہدہ نہ ہو اس میں کیا نعمت ہوسکتی ہے؟

ایک مقام پر خواجہ ہارونی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں کعبۂ معظّمہ کے پاس مجاوروں کے درمیان کچھ عرصے تک گوشہ نشیں رہا۔ ان میں ایک بزرگ تھے جنھیں خواجہ عمر نسفی کہتے تھے۔ ایک دن وہ بزرگ امامت کررہے تھے کہ حالت عجیب ہوگئی۔ سر مراقبے میں لے گئے اور اہل مجلس سے فرمایا: سر اوپر اٹھاؤ اور دیکھو۔ میں نے دیکھا۔ پھر فرمایا: کیا دیکھتے ہو اور کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: میں دیکھ رہا ہوں کہ پہلے آسمان پر فرشتے رحمت کے تھال ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں اور کچھ کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: جانتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا: یہ کہہ رہے ہیں کہ شیخ صاحب کی بندگی ہماری بندگی کی بہ نسبت بہتر

معلوم ہوتی ہے۔ جوں ہی میں نے کہا، انھوں نے سر اٹھایا اور مناجات کی: مولا! جو کچھ تیرے بندے سن رہے ہیں اہلِ مجلس بھی اسے سنیں۔ فوراً غیبی فرشتے نے آواز دی: اے عزیزو! یہ فرشتے جو لبوں کو ہلا رہے ہیں یہ کہہ رہے ہیں کہ مولا! خواجہ نسفی کے مجاہدے اور علم کی عزت کے صدقے ہمیں بخش دے۔

شراب کی حرمت: شراب پینے کے بارے میں آپ نے فرمایا: مشارق الانوار میں لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! یہ (شراب) حلال نہیں ہے، محض حرام اور خراب ہے اور یہ شراب مومنوں کی نہیں۔ آگے خواجہ ہارونی فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو شراب پیے یا بیچے یا اس کی قیمت میں سے کچھ کھائے۔ پھر خواجہ صاحب (آنکھوں میں) آنسو بھر لائے اور فرمایا: یہ شریعت ہے جو اسے حرام کہتی ہے ورنہ طریقت میں تونڈی کا پانی پینے سے خدا کی عبادت میں سستی ہوتی ہے، شراب تو بہت دور کی بات ہے۔

ایذائے مومن کا وبال: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مومن کو ستایا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے مجھے ناراض کیا اس نے اللہ کو ناراض کیا۔ ہر مومن کے دل میں ۸۰/ پردے ہوتے ہیں اور ہر پردے پر فرشتہ کھڑا ہوتا ہے، جو شخص کسی مومن کو ستاتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اسّی فرشتوں کو ناراض کیا۔

لڑکیوں کی پرورش کا انعام: اس کے بارے میں خواجہ صاحب یوں فرماتے ہیں:

لڑکیاں خدا کا ہدیہ ہیں، لہٰذا جو شخص انھیں خوش رکھتا ہے اللہ اور اس کے رسول اس سے خوش ہوتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ لڑکیاں عنایت فرماتا ہے اس سے خوش ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص لڑکیوں کی پیدائش پر خوشی منائے اس کے لیے یہ خوشی خانۂ کعبہ کی ستر بار زیارت کرنے سے بھی زیادہ فضیلت والی ہے۔ جو والدین اپنی لڑکیوں پر رحم کرتے ہیں، اللہ ان پر رحم کرتا ہے۔ آگے خواجہ صاحب فرماتے ہیں: میں نے آثار اولیا میں لکھا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے یہاں ایک لڑکی ہوگی قیامت کے دن اس کے اور جہنم کے درمیان پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہوگا۔ مزید خواجہ صاحب فرماتے ہیں: انبیا و اولیا لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں کو زیادہ پیار کرتے تھے۔

حقوق شوہر کی ادائیگی: اس سلسلے میں خواجہ ہارونی فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتی ہے وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جنت میں داخل ہوگی۔ آگے خواجہ صاحب فرماتے ہیں: جس عورت کو شوہر بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے تو اس کی تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی رہ جاتی ہے جیسے سانپ کینچلی کو اتار کر۔ اور اس کے شوہر کی طرف سے اس کے ذمے اس قدر بدیاں ہو جاتی ہیں جتنی کہ جنگل کی ریت۔ اگر وہ عورت مر جائے اور اس کا شوہر راضی نہ ہو تو اس کے لیے جہنم کے ساتوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور اگر عورت شوہر سے راضی ہو اور عورت وفات پا جائے تو اس کے لیے جنت کے ستر (۷۰) درجات بلند کر دیے جاتے ہیں۔ آگے خواجہ صاحب فرماتے ہیں: میں نے تنبیہ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو عورت شوہر کے ساتھ ترش روئی سے پیش آئے اور اس کی طرف نہ دیکھے تو اس کے نامۂ اعمال میں آسمان کے ستاروں کے برابر گناہ لکھ دیے جاتے ہیں۔ مزید فرماتے ہیں: اگر شوہر کی ناک کے ایک نتھنے سے خون جاری ہو اور دوسرے سے رینٹھ اور عورت اسے زبان سے صاف کرے تو بھی شوہر کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اے درویش! اگر اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے کہ عورتیں اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔

وصال پر ملال: آپ کے آخری سفر کے متعلق مولانا ڈاکٹر عاصم اعظمی لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے دعا مانگی تھی کہ آپ کا مدفن مکہ معظّمہ ہو۔ چناں چہ آپ اپنی حیات کے آخری دنوں میں مکہ معظّمہ حاضر ہوئے اور بقیہ عمر مکہ شریف میں بسر فرمائی اور وہیں ۵/ شوال المکرم ۶۱۷ھ/۱۲۲۰ء کو وصال فرمایا اور مکہ معظّمہ کے قبرستان میں جنت المعلیٰ میں یا اس کے قریب مدفون ہوئے۔

مولائے رحیم اپنے حبیب کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے صدقے حضرت خواجہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ اکرم الصلاۃ وافضل التسلیم۔ ☆☆☆

نقوش

سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کا جشنِ دستارِ فضیلت

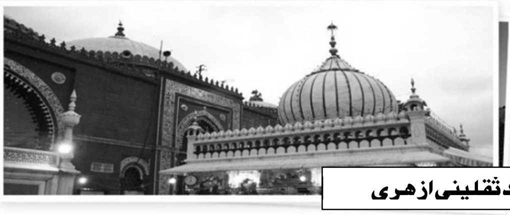

فہیم احمد ثقلینی ازہری

زبس کز مرقد اہل بصیرت چشمۂ نورست
بجائے سرمہ در دیدہ کشم خاک بداؤں را

(امیر خسرو)

دہلی میں ایک قبر ہے نشاط انگیز اور روح افزا، یہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء بدایونی کی ابدی آرام گاہ ہے جن کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کی ایک عالم میں دھوم ہے اور فضائل و مناقب کا چھنتا ہوا نور ان القاب و خطابات سے ہویدا ہے جن سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کو "سلطان جی" کے خطاب سے پکارنا دہلی والوں کے محاورے میں ہے جب کہ اہل بدایوں "محبوب الٰہی صاحب" کہہ کر یاد کرتے چلے آئے ہیں۔

صدیاں بیت گئیں بدایوں شہر کا محل وقوع، گلی کوچے، تہذیب و روایت کے مبارک حوالے یہ پتہ دے رہے ہیں کہ یہ سلطان العارفین حضرت خواجہ حسن شیخ شاہی روشن ضمیر بڑے سرکار کے روحانی اقلیم کا پایہ تخت، حضرت شاہ ولایت ابوبکر بدرالدین موئے تاب چھوٹے سرکار کے فیض دوام کا مرکز، حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا مولد و مسکن ہے۔ آپ تصور کیجئے انھیں چھوٹی چھوٹی گلیوں میں ایک ایسی جگہ پر جہاں مختلف سمتوں سے تین گلیاں آکر ملتی ہیں مغرب کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوں، سامنے محلہ پتنگی ٹولہ ہے پشت کی طرف شمال مشرق میں سو قدم کے فاصلہ پر علامہ سید علاؤ الدین اصولی کا مکان ہے بائیں ہاتھ کو جنوبی گلی میں ساٹھ قدم کے فاصلہ پر دائیں طرف شیخ جلال الدین تبریزی کا مکان ہے۔ یہیں پر وہ مبارک قطعہ زمین واقع ہے جو سلطان المشائخ کے آباؤ اجداد کی سکونت گاہ ہے اور اب تک وہ مکان موجود ہے جس میں نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی صاحب نے صفر ۶۳۱ھ بروز چہار شنبہ اپنی آنکھیں کھولیں۔ یہ بدایوں وہی شہر ہے جس میں نظام الدین اولیاء کے دادا، نانا، والد اور دو ماموؤں کے مزارات ہیں۔

جس زمانہ میں محبوب الٰہی نے دنیا میں آنکھ کھولی اس وقت بدایوں کو عالم اسلام میں "قبۃ الاسلام" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ شمس الدین التمش کی محنتوں سے شہر بدایوں کی مساجد و مدارس اور خانقاہوں سے قال اللہ، قال الرسول کی دلنواز صدائیں ہر طرف سنائی دے رہی تھیں۔

محبوب الٰہی جب کچھ بڑے ہوگئے تو آپ کی والدہ نے آپ کو علامہ علاؤ الدین اصولی کی بارگاہ میں پیش کیا اور رسم بسم اللہ خوانی ہوئی۔ آپ کے حفظ اور تجوید و قرأت کے استاذ شیخ القراء حضرت خواجہ حافظ شادی مقری بدایونی تھے اور علوم اسلامیہ کے استاذ علامہ سید علاء الدین اصولی تھے اور خواجہ علی مولا کبیر نے آپ کے سر پر دستار باندھی تھی۔ ان تینوں بزرگوں کے مختصر حالات اور نظام الدین اولیاء کے جشن دستار بندی کا پر کیف منظر ہدیہ قارئین ہے۔

حضرت خواجہ شادی مقری بدایونی - خواجہ شادی مقری لاہور کے رہنے والے تھے۔ اوائل عمر میں کسی کے غلام تھے۔ قبۃ الاسلام کے علمی و مذہبی ماحول کا شہرہ سن کر بدایوں تشریف لائے۔ آپ حافظ قرآن اور تجوید و قرأت کے ماہر استاذ تھے۔ پاکیزہ سیرت و کردار، صاف و ستھرے باطن، سرچشمۂ حقائق و معارف اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔

آپ کے درس و تدریس کی برکت اور فیضان علم کے سلسلہ میں محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ "بدایوں میں ایک بزرگ صاحبِ صلاحیت و صاحب کرامت رہتے تھے ان کو قرات سبعہ پر مہارت حاصل تھی۔ بڑی ہی خوش آواز اور پُر سوز لہجہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ان کا نام حافظ خواجہ شادی مقری تھا جو طالب علم ان سے ایک پارہ پڑھ لیتا تھا اللہ تعالی پورا قرآن مجید اس کو حفظ کرا دیتا تھا۔ ان کی یہ کرامت مشہور تھی میں نے بھی خواجہ شادی مقری سے ایک پارہ پڑھا تھا اور پورے قرآن کا حافظ ہو گیا تھا۔

تلاوت کلام پاک کی ایک ایسی پر فضا آپ کی ذات بابرکت سے تیار ہوئی کہ اس فضا میں سانس لینے سے عشق کی بو آتی تھی اور قلب و

فہیم احمد ثقلینی ازہری، دارالعلوم فیضان شاہ ثقلین۔ قصبہ ککرالہ ضلع بدایوں. faheemahmad_92@yahoo.co

ذہن کو طراوت محسوس ہوتی تھی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے اپنے ان استاذ کا ذکر اپنے ملفوظات فوائد الفواد میں بڑے ہی ادب و احترام اور عقیدت و محبت کے ساتھ فرمایا ہے۔ آپ کا وصال ۲۷/رجب المرجب ۶۳۹ھ میں ہوا۔ مزار شریف بڑے سرکار کے احاطہ میں ہے۔

علامہ سید علاؤ الدین اصولی بدایونی- فوائد الفواد اور سیر الاولیاء کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ محبوب الٰہی کے احساسات، علمیت وشخصیت، تعلیم و تربیت اور فکر و نظر پر مولانا سید علاء الدین اصولی کا بہت گہرا اثر تھا۔ مولانا اصولی اور محبوب الٰہی کے مکان میں چند قدم کا فاصلہ تھا۔ مولانا اصولی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد اشرف العلماء مولانا سید شرف الدین اعلیٰ قبائی تھے۔ آپ کی پیدائش بدایوں میں ہوئی۔ دبستان علم و فن بدایوں کے علمی ماحول میں نشو و نما ہوئی۔ قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر، تاریخ و سیر، فلسفہ و منطق، اصول فقہ، اصول تفسیر اور اصول حدیث کے تمام مسائل پر عبور حاصل تھا۔ مولانا اصولی علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ ایک بزرگ کی نگاہ کیمیا اثر سے آپ کے قلب و دماغ روشن و منور ہو گئے تھے۔ اس بنیاد پر آپ کاشف اسرار حقیقت اور واقف رموز طریقت تھے جس نگاہ کیمیا اثر نے آپ کی ذات میں مختلف علوم و فنون کا کرشمہ اور فیوض و برکات کا چشمہ جاری کیا تھا وہ یہ ہے کہ:

''بچپن میں مولانا علاؤ الدین اصولی بدایوں کی ایک گلی سے گزر رہے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزی کی نظر فیض اثر ان پر پڑی۔ شیخ تبریزی نے مولانا اصولی کو اپنے پاس بلایا اور اپنا پیرہن اتار کر مولانا اصولی کو پہنا دیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء فوائد الفواد میں فرماتے ہیں جس قدر اوصاف و اخلاق اور علم کا فیضان مولانا اصولی کو حاصل تھے وہ شیخ تبریزی کے اسی پیرہن مبارک کی برکتیں تھیں''۔

مولانا اصولی علم و فن، فکر و شعور اور اخلاق حسنہ سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کے بھی شہسوار تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے اپنی پوری تعلیم مولانا اصولی سے حاصل کی تھی۔ آپ کا انداز کس قدر خوشگوار اور جاذب نظر تھا اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر عاصم اعظمی لکھتے ہیں:

''مولانا اصولی کا طریقۂ تدریس بڑا موثر اور تحقیقی ہوتا تھا۔ وہ عبارت معانی اور اس کی گہرائی پر نگاہ رکھتے تھے۔ اگر سبق میں کوئی مشکل لفظ آ جاتا یا کسی مفہوم پر شاگرد مطمئن نہیں ہوتا تو بحث کو کسی اور وقت کے لیے ملتوی کر دیتے تھے تاکہ انھیں سبق کے مفہوم اور اس کے جزئیات و نکات از سر نو غور و فکر کا موقع مل جائے، پھر شاگردوں کے سامنے تازہ مطالعہ کی روشنی میں بحث کو قابل اطمینان نتیجہ تک پہنچا دیتے اور تلامذہ مطمئن ہو جاتے۔ یہ مولانا اصولی کا امانت دارانہ تدریس کا انداز تھا''۔ (محبوب الٰہی، ص:۴۱)

مولانا اصولی کی ذات میں استغنا، بے نیازی اور جذبۂ بے لوث پایا جاتا تھا۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے اکثر فقر و فاقہ کی نوبت آ جاتی تھی مگر کسی امیر یا صاحب ثروت سے نذر و فتوح قبول نہ کرتے تھے۔ درویشانہ انداز، فقیرانہ شان و شوکت، غموں سے پیار اور فاقوں سے محبت کے ساتھ ان میں شیخ کامل بننے کی پوری لیاقت موجود تھی مگر چونکہ اس کام کے لیے سرزمین بدایوں میں بے شمار شیوخ تھے۔ مولانا اصولی نے اپنی ذات کو درس و تدریس اور علم و فن کی اشاعت کے لیے وقف کر دیا تھا۔

مولانا علاء الدین اصولی کا انتقال بدایوں میں ہوا۔ مزار اقدس سلطان العارفین بڑے سرکار کی درگاہ میں ہے۔

خواجہ علی مولا کبیر - حضرت خواجہ علی مولا کبیر بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر غارت گری، فسق و فجور اور دہی بیچنے میں گزری۔ دن بھر شہر میں گھوم گھوم کر دہی بیچا کرتے تھے اور رات میں ڈاکوؤں کے ساتھ لوٹ مار کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کا نام مول چند تھا۔ قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ محلہ بیدوں ٹولہ بدایوں میں شیخ وجیہ الدین فاروقی کا مکان تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ فرید الدین گنج شکر سے آپ کے خصوصی مراسم تھے۔ ایک بار یہ دونوں بزرگ بدایوں میں شیخ فاروقی کے مکان کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ خواجہ علی مولا کبیر دہی بیچتے ہوئے اس گلی سے گزر رہے تھے۔ ان کی نظر جب دونوں بزرگوں پر پڑی تو دیکھتے رہ گئے اور دل میں سوچنے لگے مذہب اسلام میں ایسے ایسے حسین و جمیل اور خوبصورت لوگ بھی ہوتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی دل کی کایا پلٹ گئی اور شیخ تبریزی سے عرض کیا مجھے مسلمان بنا کر اپنا غلام بنا لیجئے چنانچہ شیخ تبریزی نے کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کیا، علی نام رکھا زمانۂ کفر کے نام مول چند سے مؤلاعرفیت مشہور ہوئی۔ بظاہر امی نسبت رکھتے

تھے دنیا میں کسی سے علم ظاہری حاصل نہیں کیا تھا مگر از حد سچے اور صادق تھے۔ عابد و زاہد اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی زبان خلق پکار اٹھتی تھی کہ یہ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔

جشن دستار بندی - اب آپ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے جشن دستار بندی کا پرکیف منظر ملاحظہ فرمائیں، سیر الاولیا اور خیر المجالس میں بھی اس دستار فضیلت کا ذکر ہے۔ نظام الدین اولیاء جب مولانا علاء الدین اصولی کے مدرسہ میں علوم اسلامیہ کی تکمیل کر چکے تو استاذ نے فرمایا اب تمھارے سر پر دستار فضیلت باندھ دینی چاہیے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا۔ والدہ نے یہ سن کر خوشی کا اظہار کیا۔ روئی منگوا کر دھنی اور اس کا سوت کات کپڑا تیار کیا۔ اس کپڑے پر کلف نہیں تھا صرف پانی میں دھودیا گیا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ آپ کی والدہ نے اپنے صاحبزادہ کی دستار کی خوشی میں چالیس قسم کے کھانے تیار کیے تھے اور استاذ محترم مولانا اصولی نے بھی اپنے گھر کھانے تیار کرا کر عمائدین شہر اور تمام شرکاء جشن کی ضیافت کی تھی۔ قبۃ الاسلام بدایوں کے تمام علماء، اولیاء اور صوفیاء کرام اس تقریب اور ضیافت میں شامل تھے۔ دستار بندی کا یہ جشن بھی بڑا نرالا اور کیف و مسرت میں ڈوبا ہوا تھا۔

جس دستار میں جتنے مقدس اور پاکباز اشخاص ہوتے ہیں اس دستار میں اسی قدر نور و نکہت اور برکت و فضیلت ہوتی ہے۔ تاریخ کے جھرونکوں سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ نظام الدین اولیاء کی دستار کا ایک سرا علامہ سید علاء الدین اصولی کے مقدس ہاتھوں میں ہے اور دوسرا سرا خواجہ علی مولا کبیر کے دست فیض میں ہے۔ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کا ایک جم غفیر تھا سب لوگ فرط محبت سے آپ کو دیکھ رہے ہیں اس حسین اور پر مسرت موقع پر کون ہوگا جن کے دل سے آپ کے لیے دعائیں نہ نکلی ہوں۔ بزرگوں نے دستار بندی فرمائی آپ کے سر پر جب دستار باندھ دی گئی تو آپ نے علامہ اصولی اور خواجہ علی مولا کبیر کے قدموں کا بوسہ لیا۔ خواجہ علی مولا کبیر نے محبوب الٰہی کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور سینے سے لگا لیا اور ارشاد فرمایا ”ارے مولانا اصولی! یہ بڑا ہووے“ یعنی یہ لڑکا بڑا بزرگ ہوگا۔ مولا اصولی نے دریافت کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ بڑا بزرگ ہوگا؟ خواجہ علی مولا کبیر نے فرمایا ”جو مونڈاسا بندھائے سو پاین پسرے“ یعنی جس کے دستار باندھی جاتی ہے وہ کب کسی کے پاؤں پڑتا ہے۔ اور دوسری علامت یہ ہے کہ آپ کے عمامہ شریف میں ریشم کی آمیزش نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے منبر پر موجود تمام علماء و مشائخ کی دست بوسی کی اور سبھی نے اجتماعی طور پر انھیں علمی بصیرت، فنی مہارت اور ظاہر و باطن کے اصلاح کی دعائیں دیں۔

نظام الدین اولیاء نے اپنی دستار بندی کے موقع پر اساتذہ کی قدم بوسی کی، اس سے یہ راز کھلتا ہے کہ انسان خواہ کتنا بھی عالی منصب اور اعلیٰ مراتب کا حامل ہو، ادب و احترام، حسن اخلاق اور پاکیزہ سیرت والا ہونا چاہیے کہ اس میں کامیابی اور فلاح و بہبودی کا راز پوشیدہ ہے وہ بھی کیا انسان ہے جو عارضی رتبہ پر فائز ہو کر نہ بڑوں کا ادب و احترام کرتا ہے اور نہ دوستوں کی عزت بجالاتا ہے اور نہ ہی چھوٹوں کے سروں پر دست شفقت پھیرتا ہے۔ ان اوصاف ذمیمہ کا حامل شخص بے ادب و گستاخ ہوتا ہے اس عادت کو تکبر کہا جاتا ہے اور تکبر گمراہی کا پہلا زینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبر و غرور جیسی آفت سے محفوظ فرمائے۔ مشائخ عظام کی سیرت و کردار پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت خواجہ سید محمد نظام الدین اولیاء بدایونی کی طرح علماء کرام اور مشائخ عظام کی تعظیم و تکریم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

مراجع و مصادر:

۱۔ سیر الاولیاء، سید محمد بن مبارک المعروف میر خورد کرمانی، مطبوعہ ۱۹۹۹ء

۲۔ اخبار الاخیار، شیخ المحدثین امام عبد الحق محدث دہلوی، مطبوعہ ۱۴۱۴ھ

۳۔ تذکرۃ الواصلین، مولوی محمد رضی الدین فرشوری بسمل رئیس بدایوں مطبوعہ ۱۹۴۵ء

۴۔ نظام الاولیاء، مولانا محمد ابرار علی صدیقی بدایوں، مطبوعہ ۱۹۹۶ء

۵۔ تذکرۃ العارفین، مولانا ضیاء علی خاں اشرفی بدایوں، مطبوعہ ۱۴۰۲ھ

۶۔ مردان خدا، مولانا ضیاء علی خاں اشرفی بدایوں، مطبوعہ شوقین بک ڈپو بدایوں، ۱۹۹۸ء

۷۔ آفتاب و ماہتاب، مفتی شمشاد حسین رضوی، نخشبی اکیڈمی بدایوں، مطبوعہ ۲۰۰۸ء

☆☆☆

فکر و نظر

رمضان المبارک اور اصلاحِ معاشرہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں ۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں ۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔از: مبارک حسین مصباحی

جون ۲۰۱۷ء کا عنوان	اردو شاعری میں تصوف کی جلوہ ریزیاں
جولائی ۲۰۱۷ء کا عنوان	مدارسِ اسلامیہ اور یوگی حکومت

رمضان المبارک اور ہماری ذمے داریاں

از: مولانا اختر حسین فیضی مصباحی۔ استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

رمضان کا مہینہ اپنی ڈھیر ساری رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ ہر سال ہمارے درمیان جلوہ گر ہوتا ہے، ہر اعلیٰ و ادنیٰ اس ماہ خیر سے اپنا دامن مراد بھرتا نظر آتا ہے، اور مہینوں کے مقابلے اس مہینے میں عبادت و ریاضت کا شوق بڑھ جاتا ہے، دن روزوں میں گزرتا ہے اور رات نوافل میں۔ سردار دوجہاں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

من صام رمضان ایماناواحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه.

(بخاری شریف، ج:۱، ص:۲۵۵، کتاب الصوم)

جو شخص ایمان و اخلاص کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اور قیام کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں "قام رمضان" سے مراد ہے رمضان کی راتوں میں نماز تراویح ادا کرنا، لہٰذا جو حضرات رمضان کے دن میں روزے رکھے اور رات تراویح اور دیگر عبادتوں میں گزارے تو رب کریم کی طرف سے ایسے لوگوں کو پروانۂ معافی عطا ہوتا ہے۔

اپنی رحمتوں سے مالامال کرنے کے لیے ماہ رمضان ہر سال ہم پر سایہ فگن ہوتا ہے، وائے رے حرماں نصیبی کہ ہم رسمی طور پر صبح سے شام تک بھوک، پیاس برداشت کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں اور احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم سے کس طرح کے روزے کا مطالبہ ہے، اور ہم کیا کر رہے ہیں، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

رُبَّ صائمٍ لَيْسَ لهُ من صِيامِهِ الاالجُوعُ ورب قائم ليس له من قيامه الاالسهر. (ابن ماجه)

بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ ان کو روزوں کے ثمرات میں سے سوائے بھوک کے کچھ حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات میں جاگنے کے مشقت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔

اس حدیث کی تشریح میں علما فرماتے ہیں کہ یہاں وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھے اور مال حرام سے افطار کرے تو جتنا ثواب روزہ رکھنے کا ہوا تھا اس سے کہیں زیادہ گناہ مال حرام کے استعمال کا ہوا اور دن بھر بھوکے، پیاسے رہنا بے سود ہوا، ایسے ہی غیبت، چغلی اور دیگر بہت سے گناہ سے احتراز نہ کرنا روزے کو بے مقصد بنا دیتا ہے، اور شب بیداری کا حال بھی اس سے کچھ جداگانہ نہیں، ہم رات کی عبادتیں تو کر لیتے ہیں لیکن کسی نہ کسی بہانے اس کے اظہار سے بھی نہیں چوکتے یا پوری رات نوافل اور دیگر نیک اعمال میں گزارتے ہیں لیکن فجر میں سوئے رہتے ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ یہ طرز عمل ہماری

عبادت وریاضت کو خاکستر کرنے کے لیے کافی ہے۔

فرمان رسول ہے:

عن ابی عبیدہ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: الصیام جنة مالم یخرقها. (نسائ)

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول گرامی وقار ﷺ کو فرماتے سنا کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک کہ اسے پھاڑ نہ ڈالے۔

"جُنۃ" کے معنی ڈھال کے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے اسی طرح روزے کے ذریعے ایک روزے دار شیطان سے اپنی حفاظت کے لیے سامان کرلیتا ہے، ایسے ہی عذاب خداوندی اور آتش جہنم سے بچنے کا بھی روزہ ڈھال کا کام دیتا ہے۔

بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: جھوٹ اور غیبت سے۔

لیکن آج ہمارے معاملہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کے شب و روز گزارنے کے لیے فضول گوئی اور نامحمود گفتگو کا سہارا لیا جاتا ہے اور یوں ہی رمضان کے ایام گزر جاتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے روزے رکھے، فریضہ ادا کیا، جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے، رمضان کی برکتیں آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں لیکن اس سے ہمیں کوئی حصہ نہیں ملتا۔

بعض علما کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ان حضرات کے نزدیک جس طرح کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ایسے ہی جھوٹ اور غیبت سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جمہور علما کے نزدیک اگرچہ ان کے ارتکاب سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر روزے کی برکتیں ضرور رخصت ہوجاتی ہیں۔

رسول کائنات ﷺ فرماتے ہیں:

مَن لم یدع قول الزور والعمل به فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه و شرابه

(بخاری، ج:۱ ص:۲۵۵، کتاب الصوم)

جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ ان نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

اس حدیث کے تحت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ روزہ رکھ کر بری باتیں کرنے اور بری باتوں پر عمل پیرا رہنے سے روزہ قبول نہیں ہوتا، روزے کی مشروعیت اور وجوب کا مقصد بھوک، پیاس نہیں، بلکہ خواہش لذات کو توڑنا اور نفسانیت کو بجھانا ہے، تاکہ نفس بدی کی طرف مائل ہونے کے بجائے حکم الٰہی پر چلنے والا ہوجائے۔(اشعة اللمعات، ۲/ ۸۵)

جب ہم جھوٹ، غیبت، چغلی اور دیگر بری باتوں سے بچیں گے تو اللہ کی پاک ذات سے یہ امید ہے کہ وہ ہمارے روزوں کو ضرور قبول فرمائے گا۔

ماہ رمضان کا دن ہو یا رات دونوں میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ جہاں ہم دن میں منہیات سے بچتے ہوئے روزہ رکھیں وہیں رات غیر مشروع چیزوں سے اجتناب کرتے ہوئے عبادت الٰہی میں گزاریں۔

آج ہمارا حال یہ کہ ہم رمضان میں شب بیداری تو کرتے ہیں لیکن فضول چیزوں میں وقت گزار کر نوجوان حضرات وقت گذارنے کے لیے لوڈو، تاش، کیرم بورڈ، کرکٹ اور فٹ بال وغیرہ کھیلنے میں مشغول رہتے ہیں اور رمضان کی پاکیزہ راتیں لہو لعب میں گزار دیتے ہیں، خود تو رمضان کی برکتوں سے محروم رہے اور شور وغل کی وجہ سے دوسرے عبادت گزاروں اور آرام کرنے والوں کو اذیت پہنچاتے رہے، ایسا کام جو دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بنے رمضان تو رمضان دوسرے مہینوں میں بھی مذموم ہے، اس لیے ایسی حرکتوں سے احتراز کرنا چاہیے اور خاص طور سے رمضان کے مبارک ایام اور بابرکت لمحات اس طرح نہیں گزارنا چاہیے کہ بجاے ثواب کے گناہ کے مستحق ہوں۔

ماہ رمضان کی برکتیں زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کے لیے چاہیے کہ ہم ان ایام کو خرافات اور فضول کاموں سے برباد نہ کریں بلکہ تلاوت قرآن، نوافل، قضاے عمری اور ذکر و درود میں صرف کریں، جہاں تک ہوسکے نیکیاں جمع کرنے کی کوشش کریں اور دوسروں کو نیکی کی دعوت بھی دیتے رہیں۔

اخیر میں یہ گزارش ہے کہ مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور ہرگز ہرگز روزہ چھوڑ کر محرومین کی فہرست میں نام نہ لکھوائیں، آقا ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

فان الشقی حرم فیه رحمة الله عزوجل

بدنصیب وہ ہے جو اس ماہ مبارک میں اللہ عزوجل کی رحمت

سے محروم رہ جائے۔

مسلمان عام طور سے رمضان المبارک کی فضیلت اور اہمیت سے آشنا ہیں اور حکم خداوندی کی بجاآوری کرتے ہوئے ماہ رمضان کے تقاضے صیام نہار اور قیام لیل سے پورے کرتے ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور بہت سے ناعاقبت اندیش ایسے ہیں جو اس نعمت سے محروم رہتے ہیں ۔رمضان کے دنوں میں سرعام کھاتے پیتے ہیں شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر بڑی ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ جس کے پاس کھانے کو نہ ہو وہ روزہ رکھے، ایک تو گناہ اور دوسرا برملا اس کا اظہار یہ بہت برے نتائج کا پیش خیمہ ہے، بعض ائمہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ بادشاہ اسلام ایسے مجرموں کو قتل کردے انھیں جینے کا کوئی حق نہیں۔

دعا ہے کہ پرور دگار عالم تمام مسلمانوں کو رمضان کی برکتوں سے شاد کام فرمائے اور ایمان و اخلاص کے ساتھ رمضان کے روزوں، تراویح، اعتکاف اور صدقات وخیرات کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔☆☆☆

رمضان المبارک: چند پیغامات

از: مولانا محمد ساجد رضا مصباحی۔ استاذ دار العلوم غریب نواز، داھوگنج، ضلع کشی نگر (یوپی)

روزہ اور فطرت انسانی: اسلام دین فطرت ہے، اس لیے اسلامی قوانین کا انسانی فطرت سے گہرا ربط ہے، اسلام کا کوئی بھی قانون انسانی فطرت سے متصادم نہیں ہے، اسلام نے انسانوں کو عبادات کا جو حسین گلدستہ عطا فرمایا ہے اس میں کہیں بھی فطرتِ انسانی کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسلامی عبادات جہاں مالک حقیقی کی بارگاہ میں اظہار عبودیت کے مظاہر ہیں وہیں انسانوں کے فطری جذبات کی تسکین کے ذرائع بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے اندر مختلف قسم کے احساسات، جذبات اور کیفیات پیدا کیے ہیں ۔ڈر خوف، رحم، غیض وغضب، برہمی، خودرفتگی، عشق، محبت، دیوانگی یہ سارے اوصاف انسانی فطرت کا حصہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسانی کے ان مظاہر کو اسلامی عبادات میں کس طرح سمودیا ہے، ذرا ملاحظہ فرمائیں، نماز انسان کے خوف اور عاجزی وانکساری کو ظاہر کرتی ہے، زکات وصدقات انسان کے جذبہ رحم وکرم کا عکاس ہے، جہاد سے غصہ، برہمی اور غیض وغضب کا اظہار ہوتا ہے، اسی طرح روزہ اللہ تعالیٰ سے حد درجہ محبت اور عشق ووارفتگی کا مظہر ہے۔گویا روزہ انسانی فطرت کی تسکین کے ساتھ ایک محب صادق کا اپنے محبوب کی بارگاہ میں ایک خاموش نذرانہ بھی ہے، روزہ دار کو نہ تو کسی کی تعریف وتوصیف کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی کسی سے جزا کی طلب۔روزہ دار کی بس اتنی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا رب اس کے اس خالص نذرانے کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالے، خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے: الصوم لی واجزی بہ۔روزہ میرے لیے اس کی جزا میں خود عطا کروں گا۔

روزہ کا ایک اہم پیغام: روزہ جہاں حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے بھوک وپیاس کی شدت برداشت کرنے کا نام ہے وہیں روزہ سے ہمیں کئی طرح کے پیغامات بھی ملتے ہیں۔اسلامی معاشرے کا توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا جامع نظام قائم کیا ہے جو ہر جہت سے مکمل اور بے مثال ہے، ہمارے معاشرے کا ایک طبقہ وہ ہے جو مکمل طور پر خوش حال ہے، دولت کی ریل پیل ہے، عیش وعشرت کے سارے سامان مہیا ہیں، دوسرا طبقہ وہ ہے جو غربت وافلاس کا مارا ہے اسے دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہیں، اللہ تعالیٰ نے اس دوسرے طبقے کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے صدقات وزکات کا نظام قائم کیا ہے، لیکن عیش وآرام میں زندگی بسر کرنے والوں کو ان مفلسوں کے کرب واضطراب کا اندازہ کہاں ہوتا ہے، وہ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے لاکھوں خرچ کرتے ہیں لیکن سماج کے غربت زدہ افراد کے لیے ان کا جیب تنگ ہوجاتا ہے، اسلام نے بندوں کے اندر دوسرے انسانوں کی بھوک وپیاس کی شدتوں کا احساس پیدا کرنے کے لیے روزے فرض کیے تاکہ ایک مہینے تک بھوک وپیاس کی صعوبتوں کو برداشت کرنے والا ان لاچار اور مجبور انسانوں کی کلفتوں کا اندازہ لگا سکے جو پورے سال اس مصیبت کا سامنا کرتے ہیں۔گویا روزہ ہمیں درس دیتا ہے کہ سماج کے غریب اور مفلوک الحال لوگوں کی امداد وتعاون کے لیے ہمیں آگے آنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال دولت کا ایک حصہ اس کے نادار بندوں

پر خرچ کر کے ان کی شکم سیری کا انتظام کرنا چاہیے۔ ہم خود تو شکم سیر ہوں اور ہمارا پڑوسی نانِ شبینہ کو ترسے یہ ہمارے لیے بڑے بے غیرتی کی بات ہے۔

رمضان المبارک کا موسم بہاراں اور ہماری ذمے داریاں :
رمضان المبارک خیر وبرکت کا موسم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں ایسی برکتیں رکھی ہیں کہ انسانوں کا دل خود ہی نیکیوں کی طرف مائل ہوتا ہے، سال بھر ویران نظر آنے والی مسجدیں آباد ہوجاتی ہیں، سحری اور افطاری کی بہاریں دلوں میں ایک عجیب کیف وسرور کا ماحول پیدا کرتی ہیں، چہار سو رحمت ومغفرت کا فیضان ہر بندہ مومن محسوس کرتا ہے، لیکن اس موسم رحمت میں بھی ہمارے معاشرے کے کچھ محروم القسمت لوگ دنیا میں اس طرح مگن نظر آتے ہیں کہ ان کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آتا، انہیں نہ تو روزوں کا خیال ہوتا ہے اور نہ ہی عبادات کی فکر، اس وبا میں اکثر وہ لوگ گرفتار ہیں جن کے یہاں مال دولت کی افراط ہے، ایسے لوگ دولت کے نشے میں اپنے رب کے حکم کو یکسر فراموش کر کے اپنی عاقبت برباد کرنے پر تلے ہوتے ہیں، بازاروں میں مسلم ہوٹل دن میں بھی کھلے رہتے ہیں اور ان پر پردہ ڈال کر رمضان المبارک کا مزید مذاق اڑایا جاتا ہے، بے غیرت مسلمان بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے ہوٹلوں سے شکم سیر ہوکر نکلتے ہیں، غیر مسلم مسلمانوں کی اس بے غیرتی پر کس قدر خوش ہوتے ہوں گے، کہنے کی بات نہیں۔ خدارا یاد رکھیں! دنیا چند روزہ ہے، آخرت کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے، اخروی زندگی کو فراموش کر کے روزوں سے صرف نظر کر لینا ہماری تباہی کا ذریعہ ہے۔ علمائے کرام اور سماج کے باثر اسلامی بھائیوں کی ذمے داری ہے کہ رمضان کے دنوں میں کھلے عام کھانے پینے والے اور بر سر عام رمضان کی بے حرمتی کرنے والے مسلمانون کو محبت سے سمجھائیں اور انہیں غیر شرعی اعمال سے باز رہنے کی تلقین کریں، پھر بھی باز نہ آئیں تو ایسے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کر کے ان کا دائرہ حیات تنگ کر دیں۔ رمضان المبارک میں ہوٹلوں میں پردہ ڈال کر پناہ گاہ فراہم کرنے والے مسلم ہوٹل والوں کو بھی تنبیہ کریں اور بتائیں کہ ان کے اس عمل سے نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے بلکہ اس سے مسلمانوں کی بدنامی بھی ہوتی ہے۔ رزاق اللہ تعالیٰ ہے وہی اپنے بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔

رمضان المبارک میں کرنے کے کچھ کام : رمضان المبارک میں اعمال خیر کا ثواب کئی گناہ ہوجاتا ہے، متعدّد احادیث کریمہ میں اس کا ذکر موجو ہے اس لیے ہمیں اس موسم خیر میں زیازہ سے زیادہ اعمال صالحہ انجام دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جن لوگوں پر زکات فرض ہے ان کے لیے ہر حال میں زکات کی ادائیگی لازم ہے، رمضان المبارک اس کا بہتر وقت ہے، زکات تو ادا ہوگی ہی، کئی گنا ثواب کا بھی مستحق ہوجائے گا۔ رمضان المبارک میں کثرت سے صدقہ نافلہ ادا کر کے رمضان کے فیوض وبرکات کو اپنے دامن میں سمیٹنا چاہیے، رمضان المبارک کو غم گساری اور ہم دردی کا مہینہ کہا جاتا ہے، اس مبارک مہینے میں ہمیں اپنے اپنے پڑوسیوں اور قریبی مستحقین کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے، ہمارے یہاں افطار پارٹیاں بہت ہوتی ہیں، لیکن وہ بھی اب ریا، دنیاداری اور سیاست کا نذر ہوکر رہ گئی ہیں، افطار پارٹیوں میں عموماً غریبوں اور ناداروں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ایسے لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے جو صاحب حیثیت اور مال دار ہوتے ہیں، طرفہ یہ کہ ایسی پارٹیوں بے روزہ دار اور غیر مسلموں کو بھی شریک ہوتے دیکھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں اپنے اصلاح کی سخت ضرورت ہے۔ رمضان المبارک میں اکثر مساجد میں ختم تراویح کا اہتمام ہوتا ہے بعض مساجد میں سورہ تراویح پڑھی جاتی ہے، دیکھا یہ جاتا ہے کہ چند دنوں تک مسجدیں بھری رہتی ہیں اور دھیرے دھرے نمازیوں کی تعداد گھٹتی جاتی ہے، گویا یہ نمازی اللہ کے حکم کی تعمیل کے لیے نہیں بلکہ اپنی طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے مسجد آتے ہیں اور جب چند دنوں کے بعد طبیعت پر تراویح گراں گزرنے لگتی ہے تو مسجد آنا بند کر دیتے ہیں، اب نہ تو پنج گانہ نماز کی فکر ہوتی ہے اور نہ ہی تراویح میں شرکت کا خیال، یقیناً یہ ہمارے لیے بڑی محرومی کی بات ہے۔ تلاوت قرآن ہر موسم میں بڑی برکتوں اور سعادتوں کا باعث ہے، لیکن ہمارا معاشرہ تلاوت قرآن اور قرآن فہمی سے دور ہوتا جارہا ہے، رمضان المبارک کے سعید لمحات میں زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت اور مضامین قرآن کو سمجھنے کی کوشش ہمارے لیے اخروی سعادتوں کا باعث ہوگا۔

سحری کے اعلان میں احتیاط کی ضرورت: رمضان المبارک کا موسم بہاراں کیا آتا ہے کہ....... (باقی ص: ۴۳ رپر)

نقد و نظر

طلبۂ اشرفیہ کی قلمی انجمن، قائم شدہ ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء

کتاب : سال نامہ "باغِ فردوس" مبارک پور کا
مجتہدینِ اسلام
(صحابۂ مجتہدین و اہلِ فتویٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

مدیران : محمد ابوہریرہ رضوی/محمد فیضان سرور
محمد اسلم آزاد/محمد ظفر الدین صدیقی

شمارہ نمبر : (۲) صفحات : ۶۷۴

سنِ اشاعت: ۲۰۱۷ء قیمت : ۶۰۰

ناشر : تنظیم پیغامِ اسلام، طلبہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

۲۰۱۶ء میں ان بلند ذوق طالبانِ علوم نبویہ نے ۴۳۲ صفحات پر مشتمل "مجد دینِ اسلام نمبر" شائع کیا تھا جو اپنی معنویت اور جامعیت کے اعتبار سے بہت مقبول ہوا، اس کا دوسرا ایڈیشن "والضحیٰ پبلی کیشنز" لاہور، پاکستان سے شائع ہوا اور تیسرا ایڈیشن "تذکرۂ مجد دینِ اسلام" کے نام سے امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف سے شائع ہوا۔

امسال تنظیم پیغامِ اسلام طلبۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے زیرِ اہتمام مجتہدینِ اسلام جلد اول (صحابہ مجتہدین و اہلِ فتویٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شائع ہوا۔ اس گراں قدر خصوصی شمارے پر گفتگو کرنے سے پہلے ہم ان کے آئندہ منصوبے کو سپردِ قلم کرتے ہیں، عزیز سعید مولانا ابوہریرہ رضوی مصباحی حرفِ آغاز میں لکھتے ہیں کہ محبِ گرامی محمد فیضان سرور اورنگ آبادی نے اس کا خاکہ کچھ یوں مرتب کیا:

مجتہدینِ اسلام	جلد اول	صحابہ مجتہدین و اہلِ فتویٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مجتہدینِ اسلام	جلد دوم	تابعی مجتہدین و اہلِ فتویٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم
مجتہدینِ اسلام	جلد سوم	حنفی مجتہدین کی فقہی خدمات
مجتہدینِ اسلام	جلد چہارم	مالکی مجتہدین کی فقہی خدمات
مجتہدینِ اسلام	جلد پنجم	شافعی مجتہدین کی فقہی خدمات
مجتہدینِ اسلام	جلد ششم	حنبلی مجتہدین کی فقہی خدمات
مجتہدینِ اسلام	جلد ہفتم (ضمیمہ)	اجتہاد و تقلید پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

اس خاکہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان طلبہ نے اپنے اساتذۂ کرام کے مشوروں سے کتنا اہم منصوبہ مرتب فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ ان طلبہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے مجتہدین کی تعداد بیس مرتب فرمائی ہے، یہ فہرست امام ابن ہمام کی معروف کتاب فتح القدیر کی حسب ذیل عبارت سے لی ہے:

"لا تبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم اكثر من عشرين"(فتح القدير، كتاب الطلاق، ج:۳، ص:٤٥٣، پور بندر، گجرات)

صحابۂ کرام میں مجتہدین فقہا کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں پہنچتی۔

مفتیانِ صحابۂ کرام کی تعداد محی الدین ابو محمد عبد القادر بن محمد ابو الوفاء قرشی حنفی (م:۷۷۵ھ) کی کتاب الجواهر المضية فى طبقات الحنفية سے اخذ کی ہے۔

بے پناہ مبارک بادیوں کے مستحق ہیں گرامی قدر مولانا ابوہریرہ رضوی مصباحی جنھوں نے بڑی عقیدت و محبت سے "حرفِ آغاز" سپردِ قلم کیا اور اپنے اساتذۂ کرام، مخلصین اور محبین کا شکریہ ادا کیا، یہ ابھی جماعتِ سابعہ میں زیرِ تعلیم ہیں مولا انھیں زبان و قلم اور فکر و فن کے ہفت آسماں طے کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس عظیم علمی دستاویز کا علمی اور تحقیقی مقدمہ محبِ گرامی مولانا محمد فیضان سرور اورنگ آبادی متعلّم جماعتِ فضیلت نے تحریر فرمایا ہے۔ موصوف نے فقہ کی لغوی تحقیق، فقہ بمعنیٰ علم، فقہ بمعنیٰ فہم، فقہ بمعنیٰ فہم و علم، ان مباحث پر دلائل و شواہد کی روشنی میں بحث کی ہے۔ اس کے بعد فقہ کی اصطلاحی تحقیق پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اجتہاد اور قیاس کی حجیت پر گفتگو کی ہے۔ موصوف نے دیگر ذیلی عنوانات کے بعد عہدِ صحابہ میں فقہ و اجتہاد اور طریقِ کار پر معلومات افزا مواد جمع کیا ہے۔ امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازی متوفیٰ ۳۰۷ھ رقم طراز ہیں:

كان اصحاب رسول الله ﷺ يجتمعون فى المسجد يتذاكرون حوادث المسائل. (احكام القرآن لجصاص، ج:٤، ص:١٥٢، تحقيق محمد صادق تمحاوى، ناشر دار احياء التراث العربى، بيروت)

صحابۂ رسول ﷺ مسجد میں بیٹھ کر پیش آنے والے مسائل کے احکام کے متعلق آپس میں بحث و مباحثہ کرتے رہتے تھے۔

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب کوئی فقہی مقدمہ پہنچتا تو کتاب اللہ میں دیکھتے، مل جاتا تو اس سے فیصلہ صادر فرما دیتے، ورنہ سنتِ رسول میں نظر فرماتے، یہاں مل جاتا تو ٹھیک ورنہ صحابۂ کرام سے دریافت فرماتے کہ کیا آپ کو اس سے متعلق حضور ﷺ کا کوئی فیصلہ یا کوئی حکم یاد ہے۔ اگر اس طرح بھی نہیں ملتا تو آپ طے شدہ فقہی مجلس کے ارکان کے حوالے فرما دیتے، ان حضرات کا جس پر اتفاق ہو جاتا تو اس کے موافق فیصلہ صادر فرما دیتے۔ فقہی مجلس میں حسب ذیل سات بلند پایہ صحابۂ کرام تھے۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) حضرت معاویہ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اسی طرح امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں اور دیگر ادوار میں بھی ہوتا رہا ہے۔

مقدمہ نگار نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اجتہاد و قیاس سے بھی فیصلے فرماتے تھے۔ ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ فقہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ نہ ہم یہاں ہوں گے اور نہ میرا فیصلہ ہوگا، آج کے بعد کسی کے سامنے قضا کا معاملہ آجائے تو وہ کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کرے، اور اگر کوئی ایسا معاملہ در پیش ہو جو کتاب اللہ میں نہ ملے تو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر ایسا مسئلہ ہو جو نہ کتاب اللہ میں ملے اور نہ ہی اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ فیصلہ ملے تو نیکوکار اہلِ علم نے جو فیصلے کیے ہیں اس کے مطابق فیصلے کرے اور اگر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ اور اقوالِ صلحا میں بھی نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ میں خوف کھاتا ہوں، میں ڈرتا ہوں، کیوں کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور حلال و حرام کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں تو جس میں شک ہو اسے چھوڑ کر غیر مشکوک کو اپناؤ۔"

(نسائی، ج:۲، ص:۲۶۰، کتاب آداب القضاء، اصح المطابع، ہند)

اس کے بعد آپ نے مجتہدین صحابہ و اہلِ فتویٰ کی تعداد پر بڑی علمی گفتگو کرنے کی کوشش کی ہے۔

محب گرامی مولانا محمد اسلم آزاد نے "سرکارِ دو عالم ﷺ اجتہاد" پر مختصر اور جامع تحریر لکھی ہے، موصوف نے "اجتہادِ نبوی کا مطلب" کے عنوان سے علامہ عبد العلی فرنگی محلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م: ۱۲۲۵ھ) نے اجتہاد، نبوی کا مطلب ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وهو في حقه القياس فقط لا معرفة المنصوصات، لأن المرادات من النصوص واضحة عنده عليه السلام فليس اجتهاده في معرفة المراد من المشترك و نحوه. (فواتح الرحموت، بشرح مسلم الثبوت، ج:۲، ص:۴۰۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

آپ ﷺ کے حق میں اجتہاد کا مطلب صرف قیاس ہے، نہ کہ منصوصات کی معرفت، اس لیے کہ نصوص کی معرفت آپ کے لیے واضح ہے، آپ کا اجتہاد مشترک وغیرہ کی مراد کی معرفت کے لیے نہیں ہوتا۔

محققینِ اسلام کی وضاحت کی روشنی میں بیس مجتہدین صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷) حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۸) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۰) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۳) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۴) حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۵) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۸) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۹) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۰) حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مجتہدین صحابہ کے بعد پیشِ نظر کتاب میں اہلِ فتویٰ صحابۂ کرام کی تعداد ۹۴ ہے، اس طرح دونوں کی مشترکہ تعداد ایک سو چودہ ہو گئی۔ مجتہدین صحابۂ کرام میں ایک خاتونِ جنت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جب کہ فقیہات صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن میں سولہ ہیں، اس طرح پیشِ نظر کتاب میں کل صحابیات میں اہلِ

اجتہاد اور اہلِ فتویٰ کی کل تعداد سترہ ہو گئی۔

اب ہم سب سے پہلے ذکر کریں گے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کی عظیم شخصیت کا عالم یہ ہے کہ آپ تمام انبیاے کرام کے بعد اپنا درجہ رکھتے ہیں، آپ نے بھی اپنے عہدِ خلافت میں بہت سے اجتہادات فرمائے حالاں کہ آپ سے چند مسائل میں بعض صحابۂ کرام نے اختلاف بھی کیا، ذیل میں اس کی صرف ایک مثال دیکھیں۔

(۱) ناقص زائدہ بچوں پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ کہنا ہے کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے، اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے " اسقط یصلی علیه"

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۳، ص:۳۱۷)

اس لیے کہ یہ بھی جان ہے، اس میں روح پھونکی گئی ہے اور چار ماہ میں روح پھونک دی جاتی ہے، اس لیے اس پر نماز پڑھنا چاہیے اور یہی بات سعید ابنِ مسیب، ابنِ سیرین اور اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار کیا، نیز عبد اللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہی قول اختیار کرتے ہوئے اپنے مردہ بیٹے کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ (المغنی لابن القدامہ، ج:۴، ص:۴۹۷)

حالاں کہ حضرت علی سے اس کے خلاف روایت منقول ہے۔

(الجامع مذاہب الفقہا، ج:۳۲)

عزیز القدر مولانا محمد ظفر الدین صدیقی متعلّم جماعت سابعہ نے خلیفہ اول کی عظیم شخصیت پر بڑی محنت سے تحریر کیا ہے۔

اب ہم مجتہدین صحابہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م:۶۵ھ) کی مقدس زندگی کو دیکھتے ہیں۔ آپ بارگاہِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اکثر حاضر رہتے اور جو کچھ اپنے آقا کی زبانِ فیض ترجمان سے سنتے اسے بڑی عقیدت و احترام سے سپردِ قلم کر دیتے۔

آپ بیشتر مسائل میں عام صحابۂ کرام کے موقف کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، لیکن بعض مسائل میں آپ کی رائے منفرد ہوتی تھی۔

عزیزم مولانا رئیس اختر مصباحی کی پیش کردہ مثالوں میں سے ہم صرف ایک مثال نقل کرتے ہیں:

آپ کا موقف تھا کہ سمندر اور حمام کے پانی سے وضو اور غسلِ جنابت صحیح نہیں، بلکہ اس صورت میں تیمم کیا جائے، جب کہ یہ عام صحابۂ کرام کے موقف کے خلاف ہے۔

آپ سے روایت ہے، فرمایا:

"ماء أن لا ينقيان من الجنابة ماء البحر و ماء الحمام." (مصنف عبد الرزاق ، باب الوضوء من ماء البحر، ج:۱، ص:۹۳)

نیز آپ ہی کی روایت ہے، فرمایا:

"ماء البحر لا يجزی من وضوء ولا جنابة، ان تحت البحر نارًا ثم ماء ثم نارًا." (مصنف ابن ابی شیبہ، باب من یکرہ ماء البحر و یقول لا یجزی، ج:!، ص:۱۳۱)

بہر حال ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ عہدِ صحابہ میں فروعی مسائل میں شدید اختلاف رہتا تھا، اس سب کے باوجود باہم حد درجہ محبت بھی رہتی تھی، یہی صورتِ حال بعد کی چند صدیوں تک بھی باقی بھی رہی، مگر اس کے بعد جب سے نفسانی غلبوں سے علما مغلوب ہونے لگے، باہم اختلافات ہونے لگے اور عہدِ حاضر میں تو باضابطہ اختلافات بڑھانے کے لیے شوشے گوشے تلاش کیے جاتے ہیں اگرچہ اس نفسانی خواہش میں مبتلا رہنے والوں کی تعداد مختصر ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی بڑی تعداد اہلِ حق و صداقت کی ہے۔

اس ضخیم خصوصی شمارے میں دعائیہ کلمات حسب ذیل حضرات کے ہیں، نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت سبحانی میاں بریلوی، عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، مبلغِ اسلام حضرت مولانا عبد المبین نعمانی، راقمِ سطور مبارک حسین مصباحی۔

اس شمارے میں بنام "صداے بازگشت" (تاثرات) ہیں جس میں بڑی تعداد میں اہلِ علم و بصیرت کے گراں قدر تاثرات ہیں۔

یہ وقیع نمبر اپنی جامعیت اور معنویت کے اعتبار سے یقیناً بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ طلبہ نے اپنے فکر و مطالعہ کے لحاظ سے مواد جمع کرنے کی کوشش فرمائی ہے، ہاں چند طلبہ نے اپنے موضوع کا حق ادا نہیں کیا، یعنی احوال تو تحریر فرمائے مگر ان کے فتوؤں کی نشان دہی نہیں فرما سکے۔ بہر حال کام ہی کام کو سکھاتا ہے، اب آئندہ ان شاء اللہ وہ اپنی اس علمی کوتاہی کو بھی پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی سچائی ہے کہ اکثر طلبہ نے اپنے موضوع کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے تو واقعی حق ادا بھی کر دیا ہے۔

مجموعی طور پر ہم ان تمام طلبہ کو دل کی گہرائیوں سے مبارک بادیاں پیش کرتے ہیں جنھوں نے اپنی علمی اور قلمی وسعت کا استعمال کیا اور ایک بڑا کارنامہ انجام دینے کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ انسان جب بڑے کام کا عزم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔

اس وقت ہمیں افسوس اس چیز پر ہو رہا ہے کہ آج جو لوگ غیر مقلدین میں شامل ہیں اور غیر ملکی سرمائے کی ریل پیل میں آگے بڑھ رہے ہیں، آج ان میں ہر ایک اپنے آپ کو مجتہد مطلق تصور کرتا ہے، انھیں ذرا صحابۂ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرنا چاہیے کہ سوا لاکھ کے قریب صحابۂ کرام میں مجتہدین کی تعداد بمشکل تمام ۲۰ر تک پہنچتی ہے، اسی طرح اہلِ افتا کی تعداد بھی لگ بھگ ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہے، اب ان غیر مقلدین کو غور کرنا چاہیے کہ ان کے دور سے ذرا اپنے دور کا موازنہ کریں کہ ان دونوں دوروں میں کتنا فرق ہے، کیا وہ قدسی صفات صحابۂ کرام اجتہاد نہیں کر سکتے تھے؟ اسی طرح ان اہلِ عقل کو بھی غور کرنا چاہیے جو قیاس اور اجماع کے خلاف وہ سب کچھ کہتے اور لکھتے ہیں کہ سوچ سوچ کر دماغی توازن بگڑنے لگتا ہے۔

جہاں تک ہمارا مطالعہ ہے، کم از کم سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت کے پاس اردو زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب ہماری نگاہ سے نہیں گزری، جامعہ اشرفیہ مبارک پور اپنے باضابطہ تعمیر و ترقی کے مراحل سے گزر تا رہا، طلبہ میں دیگر صلاحیتوں کے ساتھ فکر و قلم کی تربیت بھی کرتا رہا ہے۔ آپ ذرا ایک نظر خاکِ ہند کے علمائے اہلِ سنت پر ڈالیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ان مصباحی فضلا نے بڑی حد تک زبان و قلم کی ضرورتوں کی تکمیل کرنے کی کوشش کی۔ پیشِ نظر کتاب اسی کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کے قلم کار اگرچہ باشعور طلبہ ہیں، مگر اسلوبِ بیان کی تازہ کاری، حسبِ حیثیت معلومات کی جمع اندوزی اور قدیم مآخذ سے اپنے مقاصد کی تخریج و ترتیب بلا شبہہ صد قابلِ مبارک باد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ان طالبانِ علومِ نبویہ کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائے، عالمِ اسلام میں اسے قبولِ عام عطا فرمائے، آمین۔ اسی طرح ہم ہند و پاک کے ذمہ دار ناشرین سے گذارش کریں گے وہ "مجددِ دینِ اسلام" کی طرح اسے بھی اشاعتی مراحل سے گذاریں تا کہ اس کا فائدہ عام ہو اور صحابۂ کرام کے اجتہادات اور ان کی فقہی خدمات سے زمانہ شناسا ہو، اس اہم کتاب سے نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے فروعی مسائل میں اختلاف کرنے والوں کو بھی سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے، کیا وہ اپنے علم، عقل، فضل اور کمال میں صحابۂ کرام کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہمیں امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ اس کتاب سے بہت سے گوشوں میں صلاح و فلاح کے دروازے کھلیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عزّوجلّ۔ ☆☆☆

(ص: ۳۹ کا بقیہ).... رحمت و برکت کے دروازے اپنی تمام تر وسعتوں کے ساتھ کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ فرما دیتا ہے، بوڑھے بچے اور جوان سبھی سحری و افطار کا لطف اٹھاتے ہیں، اس گہما گہمی میں ہم سے شعوری یا غیر شعوری طور پر کچھ ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں جن سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

ملک کے طول و عرض میں رمضان المبارک کے مہینے میں اسلامی بھائیوں کو بیدار کرنے کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہوتا ہے، مسلمانوں کو سحری کے لیے بیدار کرنا ایک مستحسن عمل ہے، لیکن ہماری بے توجہی کے سبب یہ عمل دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بنتا جا رہا ہے، مشاہدہ ہے کہ قریات و قصبات میں رات کے دو ڈھائی بجے سے ہی تیز آواز میں لاؤڈ اسپیکر آن کر دیا جاتا ہے اور فجر کی اذان تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہندوستان مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا ملک ہے، تقریباً ہر آبادی میں کچھ گھر غیر مسلموں کے ضرور ہوتے ہیں، ظاہر ہے ایسے میں ایک مہینے تک مسلسل دو بجے سے صبح تک کا ہنگامہ ان کے لیے تکلیف دہ اور نیند میں خلل کا باعث ہوگا۔ ایسے میں ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے غیر ضروری عمل کے ذریعہ برادرانِ وطن کو تکلیف پہنچانے سے گریز کریں اور اپنے عمل و کردار سے انہیں یہ باور کرائیں کہ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے، اسلام پڑوسیوں کے حقوق کا اس قدر لحاظ کرتا ہے کہ ان کی نیند میں خلل ڈالنا بھی ناپسند کرتا ہے۔

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ رمضان المبارک میں سحری کے لیے بیدار کرنے کے عمل خیر کو بند کر دیا جائے، منشا صرف یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ضروری حد تک ہی کیا جائے، مسلسل دو تین گھنٹے تک ریکارڈنگ بجانے کے بجائے صرف اعلان پر اکتفا کیا جائے وہ بھی ضرورت پر، ورنہ آج حالات ماضی کے مقابلے میں بہت حد تک بدل چکے ہیں، مرغ کی بانگ سن کر سحری ختم کرنے کا زمانہ اب ختم ہو چکا ہے، آج ہر گھر میں ایسے آلات موجود ہیں جو سوتوں کو جگانے کا کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

☆☆☆☆

نعتیں اور نذرِ اشرفیہ

سرکار سے پہلے

محبوبِ خدا سیدِ ابرار سے پہلے
کونین تھے عنقا مرے سرکار سے پہلے
تفصیل سے لکھا ہے اوراقِ ازل میں
تھا نورِ نبی ثابت و سیار سے پہلے
موجود کوئی تھا تو فقط ذاتِ خدا تھی
آقائے جہاں احمدِ مختار سے پہلے
ان کو بھی غنی کر گیا لطفِ شہِ کونین
جو لوگ نظر آتے تھے نادار سے پہلے
ہو جائے اشارا جو ترا اے درِ آقا
آجاؤں گا میں وقت کی رفتار سے پہلے
مرنے کا تصور بھی بڑا ہوش ربا ہے
اے سرورِ دیں، آپ کے دیدار سے پہلے
پھر کیجیے دنیا کے چمن زار کی باتیں
مل لیجیے طیبہ کے کسی خار سے پہلے
سرکار کا روضہ جو مرے سامنے آیا
بولیں مری آنکھیں لبِ اظہار سے پہلے
ہر چند سرِ راہ ہوں خوش رنگ مناظر
دل رک نہیں سکتا درِ سرکار سے پہلے
کس دستِ کرم ساز کا مرہونِ کرم ہے
پوچھو تو کبھی نقطۂ پرکار سے پہلے
مل جائے گی اے نور تجھے خلد بھی لیکن
دل اپنا سجا الفتِ سرکار سے پہلے

سید محمد نورالحسن نورؔ فتح پوری

دیارِ رسول میں

کیا صبح اور شام دیارِ رسول میں
یہ عمر ہو تمام دیارِ رسول میں

سب کے لیے ہے عام دیارِ رسول میں
فیضِ شہِ انام دیارِ رسول میں

ہر اک گناہ گار سے رحمت بصد کرم
ہوتی ہے ہم کلام دیارِ رسول میں

رکھتے ہیں ٹھوکروں میں عروجِ سکندری
سرکار کے غلام دیارِ رسول میں

تسبیحِ ذکر و فکر، صلاۃ و سلام کا
اللہ رہ اہتمام دیارِ رسول میں

کرتا ہے آفتاب بھی لوگو بصد ادب
ذروں کا احترام دیارِ رسول میں

مل جائے کاش بادۂ حبِ رسول کا
فاخرؔ کو ایک جام دیارِ رسول میں

فاخر جلال پوری

مادرِ علمی

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی نذر

اشرفیہ ؛ تیری پاکیزہ فضاؤں کو سلام
جاں فزا؛ پُرکیف تیرے سب نظاروں کو سلام
بالیقیں تو اس زمیں پر باغ ہے فردوس کا
لہلہاتے تیرے علمی مَرغ زاروں کو سلام
تیری روشن صبح میں صبحِ مدینہ کی جھلک
تیرے بامِ و در ؛ فلک پیما مناروں کو سلام
رنگِ مصباحی زمانے میں انوکھا رنگ ہے
گود کے پالوں کو؛ تیرے چاند تاروں کو سلام
کتنے ہی ذرّوں کو بخشا کہکشانوں کا جمال
آفتابِ علم! تیری ان ضیاؤں کو سلام
تیری خدماتِ جلیلہ کا ہے قائل اک جہاں
تیرے علمی؛ فکری؛ قلمی شاہ کاروں کو سلام
ہوگئیں شاداب جن سے فکر و فن کی کھیتیاں
حافظِ ملت کے علمی آبشاروں کو سلام
آنکھ کا سرمہ بناتے ہیں جنہیں اہلِ نظر
حافظِ ملّت کے در کے ریگزاروں کو سلام
جس طرف دیکھو اُدھر مصباحیوں کی دھوم ہے
آسمانِ علم وفن کے چاند تاروں کو سلام
علم کی خیرات بٹتی ہے یہاں شام وسحر
اشرفیہ! تیری ان علمی بہاروں کو سلام
خاورِ اقبال اِس کا ضو فشاں ہر دم رہے
چشمِ احمد بھی کہے نوری شعاعوں کو سلام

طفیل احمد مصباحی

سفرِ آخرت

آہ! علامہ پیر محمد علاء الدین صدیقی

عالمی مبلغِ اسلام، قائدِ تحفظِ ناموسِ رسالت، عالمِ باعمل، حضرت علامہ پیر محمد علاء الدین صدیقی نقش بندی قادری وائس چانسلر محی الدین اسلامک یونیورسٹی نیریاں شریف، پاکستان، چیئرمین نور ٹی وی برنگھم انگلینڈ مورخہ ۳ر فروری ۲۰۱۷ء مطابق ۶ر جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ بروز جمعہ بوقت ۱۱ر بجے صبح ایک طویل علالت کے بعد برنگھم انگلینڈ کے مقامی ہاسپیٹل میں انتقال فرماگئے۔انا للہ و انا الیہ راجعون.

حیف در چشم شدن محبت یار آخر شد
روے گل سیر نہ دیدم کہ بہار آخر شد

قحط الرجال کے ان نامساعد حالات اور پر فتن دور میں حضرت علامہ پیر محمد علاء الدین صدیقی نور اللہ مرقدہ کی پر وقار شخصیت علمی، عملی، تحریکی، تنظیمی اور تعمیری اعتبار سے عوام وخواص میں حد درجہ ممتاز تھی۔ ان کے اچانک چلے جانے سے پورے یورپ خصوصًا برطانیہ میں اہلِ سنت کے بام و در ویران ہو گئے، ان کی حیثیت اجڑے ہوئے خانقاہی ماحول میں ایک شمع فروزاں کی تھی۔ جس کی روشنیوں سے مشرق و مغرب اور عرب و عجم میں آباد لاکھوں گم گشتگانِ راہِ ہدایت کے قلب و نظر منور ہوئے۔ بلند وبالا آبشاروں، کوہساروں اور مرغزاروں کے دامنِ سیماب میں واقع مرکزِ روحانیت نیریاں شریف پاکستان کے یہ عظیم تاجدار ان چند نفوسِ قدسیہ اور اربابِ روحانیت میں تھے جن پر اہلِ سنت کو ناز تھا۔ آپ نے جاہل اور اندھی تقلید کے حامل مریدوں کے ہجوم میں تعویذ فروشی کا کاروبار کرنے کے بجاے محی الدین اسلامک یونیورسٹی، محی الدین میڈیکل کالج (پاکستان) قائم کر کے فروغ علم و ہنر کی ایسی ناقابلِ تسخیر تحریک کا آغاز کیا کہ جس سے طالبانِ علوم نبویہ میں جہالت و گمراہی کے اندھیرے شعور زندہ کی روشنیوں میں تبدیل ہو گئے۔ سراپا عجز و انکسار، راہ سلوک کے سچے مسافر، دین و سنیت کی راہوں میں صحرا نوردی کا عظیم حوصلہ رکھنے والے قائد میرے نہایت ہی محسن و مربی حضرت علامہ پیر محمد علاء الدین صدیقی قادری نقش بندی اپنے دامنِ گوہر بار میں مہر و ماہ سے بڑھ کر اجالے اور روشنیاں سمیٹے ہوئے تھے۔ بے حد نفیس، بے حد شفیق، سراپا اخلاص و محبت اور اپنے اصاغر پر اپنی کرم نوازیوں کے پھول برسانے والے، جن سے مل کر ایمان کو ایک نئی تازگی اور حرارت نصیب ہوئی تھی، آج ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا
تمھیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

حضرت علامہ پیر محمد علاء الدین صدیقی علیہ الرحمہ کا دستِ حق پرست پر امریکہ، یورپ اور پاکستاب میں ہزاروں افراد نے بیعت کی اور اپنے دلوں میں عشقِ الٰہی کا چراغ روشن کیا۔ عصرِ حاضر کے پیشہ ور پیروں کے بر خلاف ان کے اخلاق حسنہ کا دامن اتنا وسیع تھا کہ جو بھی آپ کے قدموں میں حاضر ہوتا، خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹتا۔ وہ اپنے تمام تر خانقاہی جاہ و جلال کے باوجود سر تاپا اخلاص اور کرم نوازیوں کے پیکرِ جمیل تھے۔ مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی، علامہ ڈاکٹر شاہد رضا نعیمی اور راقم الحروف محمد فروغ القادری پر خصوصًا ان کی نظرِ عنایت رہتی اور یہاں برنگھم مرکز جامعہ محی الاسلام میں انعقاد پذیر جلسوں اور کانفرنسوں میں حد درجہ محبتوں کے ساتھ مدعو فرماتے۔ ۱۹۶۷ء میں وہ پاکستان سے انگلینڈ تشریف لائے اور نصف صدی تک دیارِ فرنگ کے طول و عرض میں تبلیغ دین و سنت کا فریضہ انجام دیا۔ ابتدائی طور پر یہاں کی دینی و تنظیمی تحریکات میں قائدِ اہلِ سنت رئیس التحریر علامہ ارشد القادری، مبلغِ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی اور علامہ عبد الستار خاں نیازی کے ساتھ رہے اور کئی ایک اہم کانفرنسوں کے انعقاد میں اہم کردار ادا کیا۔ جس زمانے میں یہاں برطانیہ میں باضابطہ مساجد موجود نہیں تھے، انھوں نے اہم شہروں میں مساجد کا قیام عمل میں لایا اور اس سے متصل یہاں کے مغربی ماحول میں پروان چڑھنے والی نئی نسلوں میں اسلامی تعلیم و تربیت سے باضابطہ آگاہی بخشنے کے لیے درس گاہوں کا اہتمام فرمایا۔ وسیع و عریض رقبے پر انگلینڈ کے علاقے برنلے میں Burnley Girls College بھی ان کی تاریخ ساز زندگی کا ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے، جس کے لیے وہ رہتی دنیا تک اربابِ علم و دانش سے دلوں کا خراج وصول کرتے رہیں گے۔ تقریبًا نصف صدی تک دیارِ فرنگ کے طول و عرض میں یہ مردِ کامل اپنی مسیحا نفسی سے مردہ دلوں کو حیاتِ تازہ بخشتا رہا۔

شمع کی طرح جلیں بزمِ گہِ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

ڈاکٹر ذاکر نائک کی Peace TV اور قادیانیوں کی Muslim TV نے یہاں یورپ میں آباد لوگوں پر اپنے فاسد عقائد اور کفریہ نظریات کے جو اثرات مرتب کیے تھے، اس کے مد مقابل حضرت پیر علاء الدین صدیقی نے نور ٹی وی Noor TV شروع کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔ جس کے دینی، مذہبی اور مسلکی پروگرام گذشتہ دس سالوں سے پوری دنیا کے سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو عشقِ رسالت کا جام پلا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ ان کے وصال کے بعد بھی اہلِ سنت و جماعت کے اہم نشریاتی ادارے کا تسلسل باقی رہے۔ آمین۔ ہر ماہ نور ٹی وی، اس کے ریڈیائی ماہرین اور عملے پر کم و بیش ایک کروڑ روپے کا صرفہ آتا ہے، آج کے میڈیائی دور میں ہماری جماعت کا ایک بہت بڑا قرض تھا جو حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی نے اپنی کاوشوں سے تنِ تنہا ادا کر رہے تھے۔

بقول شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں کچھوچھوی۔

تونے پیری میں کیے کام جواں سالی کے
کتنی مضبوط و توانا ہے نقاہت تیری

برطانیہ میں ختم نبوت کا مسئلہ ہو یا پھر ناموسِ رسالت کے تحفظ کا معاملہ، حضرت پیر صاحب قبلہ نے یورپ کے خوش عقیدہ مسلمانوں کی ہر جگہ قیادت فرمائی اور کسی مثبت نتیجے تک پہنچنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ مسلمانوں کے خلاف امریکہ سے Innocnece Of Muslim نامی مذموم اور بدنام زمانہ فلم جب یہاں انگلینڈ میں آئی تو حضرت پیر صاحب قبلہ نے "ورلڈ اسلامک مشن" اور جماعت اہلِ سنت برطانیہ کے ہزاروں علما اور عوام کے ساتھ برٹش پارلیمنٹ House of Commons London کے سامنے اپنا تاریخ ساز احتجاج درج کروایا اور حکومت برطانیہ پر زور دیا کہ اس دل آزار اور مکروہ فلم پر پابندی عائد کی جائے اور برطانوی اراکین پارلیمنٹ کے ذریعہ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے باضابطہ قانون سازی کی جائے اور جتنی جلدی ہو اسے نافذ العمل کیا جائے، تاکہ آئندہ کوئی اس طرح کی جسارت نہ کر سکے۔ ساتھ ہی مستقل پابندی عائد کرنے اور اہانتِ پیغمبر کے خلاف دستور سازی کے عمل کو تیز تر بنانے کے لیے برطانیہ کی عدالتِ عظمٰی میں بھی مقدمہ دائر کیا۔ یہاں بھی ان کی جرأتِ ایمانی خاموش نہیں ہوئی اور انگلینڈ سے علمائے اہلِ سنت کی ایک ٹیم لے کر Brussels پہنچے اور وہاں یورپین پارلیمنٹ کا گھیراؤ کیا۔ ظلمتِ شب میں خورشیدِ جہاں تاب کی طرح ان کی زندگی کے یہ ناقابلِ تسخیر کارنامے صدیوں یاد رکھے جائیں گے۔

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسدؔ
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

مغرب کی وادیوں میں پچاس برسوں تک عشق و عرفان کا نغمۂ جاں فزا سنانے والا یہ "بلبل ہزار داستان" اب ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ وہ رونقِ انجمن تھے، ایک بزم تھی جو ویران ہو گئی۔ وہ مغرب کی آبرو، مشرق کی عزت اور بین الاقوامی سطح پر اہلِ سنت و جماعت کے وقار تھے۔ انھیں عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پنجابی اور پشتو زبان پر عبور حاصل تھا۔ ان کی اردو زبان حد درجہ نکھری اور شستہ تھی۔ فارسی تو ان کی آبائی زبان تھی۔ درسِ مثنوی مولانا روم پر تو انھیں ملکہ حاصل تھا جسے وہ براہِ راست مولانا رومی کا عطیہ اور فیضان قرار دیتے تھے۔ نور ٹی وی، برمنگھم، انگلینڈ کی شہرت پذیری میں ان کے درس مثنوی کے منفرد لب و لہجے اور دلوں کو مسخر کر لینے والی تشریح و تعبیر کا بڑا دخل تھا۔ آج دنیا اس شوکتِ خطابت کے مخصوص رنگ و آہنگ سے محروم ہو گئی۔

"ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے"

حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی محض کسی خانقاہ کے روایتی پیر نہیں تھے، بلکہ وہ ایک متبحر عالمِ دین بھی تھے جنھیں علمِ حدیث و قرآن، تفسیر و فقہ، منطق و فلسفہ، تصوف و کلام، فلکیات و ریاضی، فصاحت و بلاغت اور زبان و ادب پر گہری دسترس حاصل تھی۔ ایسا عارف، ایسا متکلّم، ایسا عاشقِ رسول اور کاروانِ ملت کا حدی خواں صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے اور شاید پھر صدیوں کے بعد پیدا ہو۔ ان کے ذہن کا ہر ترانہ بانگِ درا، ان کی جانِ حزیں کی ہر آواز رموزِ عجم، ان کے دل کی ہر فریاد مثنوی معنوی اور ان کے افکار و خیالات کی ہر پرواز بالِ جبریل تھا۔ مجھے حد درجہ یقین ہے کہ ان کی زندگی کا ہر کارنامہ حسنِ دوام کے ساتھ زندہ رہے گا۔ ملتِ اسلامیہ کا یہ عظیم فرد اب اپنے اللہ کی رحمتوں میں ہوگا اور روح القدس کے انوار میں قبول و مغفرت کے پھول ان کے جسدِ خاکی پر برسائے جا رہے ہوں گے۔

مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کی آخری آرام گاہ ستاروں کی انجمن ہوتی ہے۔ حضرت پیر صاحب قبلہ اپنے زندہ کردار وعمل کے ساتھ آج ستاروں کی انجمن میں فروکش ہیں۔

حریمِ ذات ہے اس کا نشیمن ابدی
نہ تیرہ خاک لحد ہے، نہ جلوہ گاہ صفات

حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی ۱۹۳۸ء میں نیریاں شریف کشمیر کے عظیم اور بابرکت خانوادے میں پیدا ہوئے، جسے برصغیر پاک و ہند کے اربابِ تصوف حد درجہ احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد قدوۃ العارفین حضور خواجہ غلام محی الدین غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم اور کامل بزرگ تھے۔ جو ۱۹۰۲ء میں غزنی افغانستان کے مضافاتی علاقہ مہلن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی ملک محمد اکبر خاں غزنی اور گردیز کے معزز و ممتاز زمیں دار اور جاگری دار تھے۔ آپ نے دینی و روحانی تعلیم افغانستان کے نام ور مدرسوں سے حاصل کی اور بسلسلۂ تجارت ہندوستان تشریف لائے تو موڑہ شریف، راولپنڈی (موجودہ پاکستان) میں شیخ المشائخ حضرت بابا جی خواجہ محمد قاسم صادق علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دی اور پھر سب کچھ ترک کر کے یہیں اقامت گزیں ہو گئے۔ خرقۂ اجازت و خلافت کے حصول کے بعد نیریاں شریف کشمیر کے ویران جنگلوں میں آکر ڈیرہ جمایا، اس مقام کو قدرت نے وہ عزت، شہرت اور شرف بخشا کہ افغانستان اور پاکستان کے لاکھوں افراد نے عشق و عرفان کے اس چشمۂ سیال سے فیوض و برکات حاصل کیے اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوارا۔

علامہ پیر علاء الدین صدیقی نے اسی روحانی، علمی اور مذہبی خانوادے میں آنکھ کھولی اور اپنے والد مکرم اور شیخ طریقت کی بزمِ بیعت و ارشاد میں بیٹھ کر روحانی علوم کی دقت طراز منازل سے آشنائی حاصل کی۔ حضرت پیر صاحب قبلہ نے ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ حضرت علامہ پیر نظام الدین نقشبندی قاسمی سے حاصل کی۔ پھر مشکوٰۃ شریف، جلالین اور کتبِ متداولہ جامعہ حقائق العلوم حفرو میں پڑھیں۔ شیخ القرآن حضرت علامہ عبدالغفور ہزاروی سے کتبِ تفاسیر میں استفادہ کیا اور منتہی کتابوں کے پڑھنے کا اعزاز محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث حضرت علامہ سردار احمد صاحب قبلہ قادری حامدی رضوی کی درس گاہ فیض جامعہ رضویہ فیصل آباد سے حاصل کیا اور یہیں سے ۱۹۵۷ء میں سند فراغت سے نوازے گئے۔ حضرت پیر علاء الدین صاحب جب تکمیلِ علوم کے بعد نیریاں شریف پہنچے تو آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی نے آپ کو خرقۂ خلافت سے سرفراز فرما کر کشمیر اور پاکستان کے مختلف علاقوں میں تصوف و طریقت کی تبلیغ کا حکم دیا، جسے انھوں نے اپنی خداداد علمی و عملی صلاحیتوں کی بنیاد پر بطریقِ احسن انجام دیا۔ ۱۹۷۵ء میں حضرت خواجہ محی الدین غزنوی نے اپنے وصال سے چند روز قبل سجادہ نشینی کے لیے حضرت پیر علاء الدین کو منتخب فرمایا اور خانقاہ عالیہ نقش بندیہ نیریاں شریف کی تمام ذمہ داریوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین غزنوی کے عرسِ چہلم کے موقع پر تمام صاحب زادگان نے بالاتفاق رائے پیر علاء الدین صدیقی کو آپ کا جانشین اور سجادہ قرار دیا۔ اور آپ کے عم محترم حضرت قدوۃ السالکین خواجہ محمد داراب خاں غزنوی المعروف قبلہ پیر ثانی صاحب نے تمام خانوادے کی طرف سے آپ کی دستار بندی فرمائی، جس میں خطۂ کشمیر اور پاکستان کے جلیل القدر علما اور مشائخ عظام نے شرکت فرمائی۔

حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی صاحب قبلہ اپنی مخصوص اور ذاتی محافل میں اپنے استاذ گرامی مناظرِ اہلِ سنت محدثِ اعظم پاکستان، فنافی الرضا، شیخ الحدیث، حضرت مولانا سردار احمد چشتی قادری حامدی نور اللہ مرقدہ کا تذکرۂ جمیل حد درجہ محبتوں اور نیاز مندیوں کے ساتھ فرمایا کرتے تھے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ انھیں تعلیماتِ امام احمد رضا فاضل بریلوی اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت خصوصاً حضرت مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ سے گہرا لگاؤ تھا۔

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمیِ محفل کی یاد
جل گیا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

حضرت علامہ پیر علاء الدین صدیقی علیہ الرحمہ ۱۹۶۷ء سے اب تک تقریباً نصف صدی برطانیہ (انگلینڈ) میں قیام پذیر رہے اور یہاں ہزاروں کی تعداد میں ان کے عقیدت مند اور مریدین موجود ہیں۔ تاہم وہ یہاں ہمیشہ غیر مستقل ویزہ پر ہی پاکستان سے آمد و رفت فرماتے رہے۔ برطانوی شہریت اور پاسپورٹ کے حصول کی کبھی کوشش نہیں فرمائی۔ حالاں کہ ۷۰ کی دہائیوں میں نسبتاً پاسپورٹ کا حصول حد درجہ

آسان تھا۔ اور یہ عصرِ حاضر کے اربابِ طریقت میں ان کے ذاتی استغنا کا ایک واضح ثبوت ہے۔

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مفتی منیب الرحمٰن نعیمی فرماتے ہیں:

علامہ پیر علاء الدین صدیقی پیر طریقت اور سجادہ نشیں ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ علم و بصیرت بھی تھے۔ ان کی خطابت اور مجلسی گفتگو معلومات پر مبنی ہوتی تھی جس سے ہر خاص و عام متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اللہ رب العزت نے انھیں بلند قامتی اور حسین و دلکش وجاہت سے بھی نوازا تھا۔ ان کی پرکشش شخصیت کی وجہ سے عوامِ اہلِ سنت اور ان کے مریدین و معتقدین انھیں فراخ دل سے مالی عطیات دیتے تھے۔ انھوں نے عوام کے دیے ہوئے مالی عطیات اور امانتوں کو اپنی ذاتی جاگیرداری میں تبدیل کرنے کے بجائے اسے اپنے شعار پر قائم رکھا اور دنیا بھر میں دینی، تعلیمی، رفاہی اور قومی افادیت کے ادارے قائم کیے۔ ان کے قائم کردہ اداروں میں محی الدین اسلامک یونیورسٹی نیریاں شریف، پاکستان۔ محی الدین میڈیکل کالج اینڈ ٹیچنگ ہاسپٹل اور برطانیہ کے دیگر اہم شہروں میں جامعہ محی الاسلام صدیقہ کے نام سے درجنوں دینی مساجد و مدارس ہیں۔ اسکول و کالج کا قیام قابلِ ذکر ہے جو اُن کے ایوان علم و عمل کی تاریخ میں ایک عظیم باب کی حیثیت سے ہمیشہ روشن و تابناک رہیں گے۔

وہ بادۂ شباب کی سرمستیاں کہاں
اٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

حضرت علامہ پیر علاء الدین نقش بندی قادری کی نمازِ جنازہ آسٹن پارک برنگھم انگلینڈ میں مورخہ ۴؍ فروری ۲۰۱۷ء مطابق ۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ صبح گیارہ بجے ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ کی امامت ان کے صاحب زادے حضرت علامہ نور العارفین صدیقی نے فرمائی۔ نمازِ جنازہ میں برطانیۂ عظمیٰ کے تمام شہروں سے علماے اہلِ سنت اور عوام الناس کی کثیر تعداد شریک تھی۔ مقامی انگریزی میڈیا اور پریس نے ان کے شرکا کی تعداد ۳۰؍ ہزار سے زائد بتائی ہے۔ یہ ایک غیر مسلم ملک میں بہت بڑی تعداد شمار کی جاتی ہے۔ اگلے دن ان کے جسدِ خاکی کو بذریعہ طیارہ نیریاں شریف پاکستان لے جایا گیا۔ جہاں انھیں ان کے والد ماجد مخدوم المشائخ حضرت علامہ خواجہ غلام محی الدین غزنوی علیہ الرحمہ کے پہلو میں آسودۂ خوابِ دوام کیا گیا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے

واضح رہے کہ آسٹن پارک برنگھم یہی وہ وسیع و عریض میدان ہے جہاں حضرت پیر علاء الدین صاحب قبلہ کی قیادت میں ہر سال جلوسِ عید میلاد النبی کے موقع سے برطانیہ کے عوام اہلِ سنت ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں۔ بعدِ وصال بھی میرے تصورات کی شاہراہوں پر ان کی پرشکوہ قیادت کے جلوے اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ بار بار ابھر رہے ہیں۔ اور ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ حضرت پیر صاحب قبلہ آج بھی ہماری قیادت فرما رہے ہیں۔

مر کے کب ٹوٹا ہے یہ سلسلۂ قیدِ حیات
فرق اتنا ہے کہ زنجیر بدل جاتی ہے

ورلڈ اسلامک مشن انگلینڈ کے جملہ قائدین خصوصًا مفکرِ اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی، مولانا ڈاکٹر شاہد رضا نعیمی، مولانا قاری محمد اسماعیل مصباحی، محمد ممتاز احمد اعظمی، مولانا محمد اقبال مصباحی، مولانا محمد میاں مالیگ، مولانا محمد یونس مصباحی، مولانا نظام الدین مصباحی، مولانا محمد حسین، مولانا محمد کلیم، علامہ محمد ایوب اشرفی، مولانا سید محمد عرفانی میاں اشرفی قادری، مولانا محمد محسن رضا قادری نے سماحۃ الشیخ علامہ پیر محمد علاء الدین صدیقی کے وصال کو اہلِ سنت و جماعت کا ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ وہ ایسے وقت میں ہم سے دور چلے گئے جس وقت کہ پوری سنی دنیا کو ان کی قائدانہ صلاحیتوں کی ضرورت تھی۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت پیر صاحب قبلہ کے نامکمل مشن کو ان کے لائق و فائق اور ذی علم صاحب زادگان اپنی اخلاص پیشہ محنتوں سے مکمل فرمائیں گے۔ رب قدیر اس مردِ حق آگاہ کی قبر پاک پر اپنی خصوصی رحمتوں کے پھول برسائے اور ان کے پیش کردہ اعمالِ خیر کو ان کے حق میں ذریعۂ بخشش بنائے۔ آمین۔ مجھے یقین ہے کہ ظلمتِ شب میں ان کے پاکیزہ کردار و عمل کے خورشیدِ جہاں تاب سے اہلِ سنت و جماعت کے بام و در بہت دیر تک روشن رہیں گے۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

☆☆☆

از: مولانا محمد فروغ القادری مصباحی
ورلڈ اسلامک مشن، لندن

صدائے بازگشت

شعر میں غلط قافیہ کمپوز ہو گیا

مدیر محترم ماہ نامہ اشرفیہ   سلام مسنون

"اشرفیہ" برابر مل رہا ہے، ابھی چند روز قبل میں نے سالانہ چندہ ۲۰۰/ روپے EMO ڈاک خانہ سے کیا تھا جو مل گیا ہو گا۔ میری نعت پاک دسمبر ۲۰۱۶ء کے شمارے میں شائع کرنے کے لیے شکریہ قبول فرمائیں۔ البتہ ایک غلطی کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ کہ درج ذیل شعر میں قافیہ غلط کمپوز ہوا ہے۔ شائع شدہ شعر

پرندہ نفس کا انساں کے قابو سے رہا باہر
یہ سرکش صرف آقا کی بدولت زیرِ گام آیا

درست شعر

پرندہ نفس کا انساں کے قابو سے رہا باہر
یہ سرکش صرف آقا کی بدولت زیرِ دام آیا

قافیہ بدل جانے سے مطلب کچھ کا کچھ ہو رہا ہے، تصحیح فرمانے کی زحمت کریں۔ آئندہ کے لیے ایک اور نعت پاک منسلک ہے، کسی آئندہ شمارے میں شامل فرما کر ممنون فرمائیں گے۔ امید کہ آپ سبھی حضرات مع الخیر ہوں گے۔

والسلام علیکم۔ احقر العباس   شمسی قریشی

جلال پور، ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)

ماہ نامہ اشرفیہ سے دینی، علمی اور روحانی سیرابی ہو رہی ہے

مدیر محترم ماہ نامہ اشرفیہ   سلام مسنون

ادھر کئی مہینوں سے ماہ نامہ اشرفیہ بس سرسری طور پر ہی دیکھنے کا موقع ملتا رہا کہ اسی درمیان حضرت بیکل اتساہی عزیزی کے انتقال پر ملال کا واقعہ پیش آ گیا، جس سے کسی کو مفر نہیں، مگر کچھ اللہ کے مخصوص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی یاد اور تذکرہ بعد از مرگ بھی ہوتا رہتا ہے، انھیں مخصوص ہستیوں میں حضرت بیکل اتساہی عزیزی مرحوم کی ذات بھی تھی۔

جنوری ۲۰۱۷ء کے شمارے میں ان کے تعلق سے اداریہ اور تین مضامین شامل ہیں جس سے ان کی ذات اور شاعری کے بارے میں کافی معلومات کا حصول ہوتا ہے۔ ڈاکٹر یعقوب اختر اپنے مضمون "حضرت بیکل اتساہی کی چند رس بھری یادیں" میں لکھتے ہیں:

"یہی اردو کے پہلے شاعر تھے جن کو پدم شری کے ایوارڈ سے نوازا گیا، ورنہ آج تک کسی اردو شاعر کو یہ اعزاز حاصل نہیں۔"

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اعزاز اردو شاعری کی وجہ سے نہیں ملا بلکہ ہندی، اودھی، بھوج پوری شاعری اور مزید یہ کہ ان کی سیاسی حیثیت کی وجہ سے ملا۔ ان کے ہم عصروں میں معیاری اردو میں معیاری شاعری کرنے والے تو اور بھی رہے مگر مذکورہ عوامی دیہاتی زبان میں نعت، گیت، لوک گیت، قومی گیت اور سیاسی گیت و غزل میں کوئی ان کا ہم عصر ان کے پایے کو نہ پا سکا۔ ان کا ترنم بھی سب سے منفرد رہا، خاندانی اور سیاسی حیثیت سے بھی وہ سب پر بھاری پڑے، پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ حافظ ملت علیہ الرحمۃ کی توجہ ارادت و قربت سے وہ والہانہ عشق رسول کے سانچے میں ڈھلتے چلے گئے۔ عشق رسول کے مظہر ان کے نعتیہ کلام اور منقبت میں پیر و مرشد سے صدق و خلوص، اور تحریک الجامعۃ الاشرفیہ سے ان کا جذباتی لگاؤ ظاہر ہے۔ مثلاً:

"اشرفیہ ہے باغ ہمارا ہم ہیں اس کے پھول"

یہ ترانہ انھوں نے عرس عزیزی کے موقع پر پڑھا تھا، ماہ نامہ میں بھی شائع ہوا تھا، سنہ یاد نہیں۔

شاعری ایک خداداد ملکہ ہے جس کے لیے کسی ڈگری یا سند کی ضرورت نہیں، جس بندے کی شاعرانہ فطرت ہوتی ہے تو جب اس کا دل کسی منظر، کسی واقعہ یا کسی بیان سے متاثر ہوتا ہے تو اس کا شاعرانہ مزاج اشعار کا روپ دھار لیتا ہے اور ایسا کلام کہتا ہے کہ سننے یا پڑھنے والے کا دل اچانک بے ساختہ اس کلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، جیسے الیکٹرک شاک لگ گیا ہو۔ کلام کی اسی صفت کو شعریت کہا جاتا ہے، شعری ملکہ رکھنے والا انسان جو زبان بولتا جانتا ہے، اسی میں شاعرانہ باتیں کرتا ہے یہی بنیادی شاعری ہے۔ انسانی زندگی میں بتدریج ارتقائے علوم و فنون کے اصول و ضوابط کی پابندیاں لاگو ہوتی گئیں۔ شاعری میں بھی قافیہ، ردیف، بحر، فنِ عروض وغیرہ کی ایجاد ہوئی، شعر کی سب سے پہلی خاصیت شعریت ہے، الفاظ، بحر، قافیہ، ردیف، فنِ عروض کی پابندی ہو لیکن پڑھنے سننے کے بعد شعریت اور ندرتِ خیال محسوس نہ ہو تو اسے علمی زعم کاری تو کہا جائے گا شاعری

نہیں، مثلاً حضرت امیر خسرو علیہ الرحمہ کو غیاث الدین بلبن نے اپنے محل میں بلوایا اور اپنی بیگم کو امیر خسرو کے سامنے بے حجاب بیٹھا دیا اور کہا کہ آپ میری بیگم کے حسن پر شعر کہیں تو امیر خسرو علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ جب کوئی چیز ہمارے دل پر اثر کرتی ہے تب شعر بنتا ہے، تمھاری بیگم کا حسن مجھے کچھ متاثر ہی نہیں کر رہا ہے تو شعر کیسے کہوں، معلوم ہوا کہ شاعری کے لیے دل پر اثر پذیر ہونا شرط ہے۔

مارچ ۲۰۱۷ء کے شمارے کے کالم صدائے بازگشت میں سید محمد مبشر رضا سالماری کا مراسلہ بہ عنوان ''اور سلاموں سے اچھا سلام اب ہمارا'' ایک اچھی تحریر ہے کہ روز مرہ کے معمولات میں شامل ایک عام بات میں انھوں نے خاص نکتہ اجاگر کیا ہے، لیکن عنوان کے جملے میں ''اب'' لگاکر اسے زمانۂ حال سے مقید کر دیا گیا ہے جب کہ اسے مطلق ہونا چاہیے۔ ''اور سلاموں سے اچھا سلام ہمارا'' اس سے بہتر جملہ نہ پہلے تھا نہ اب ہے نہ مستقبل میں ہونے کا امکان ہے۔ ہمارا سلامِ تحیت دعائیہ جملہ ہے جو ہر موقع، صبح و شام، دن رات خوشی و غم کے لیے موزوں ہے، ہاں اس میں جو سلامتی کی دعا مخاطب کے لیے ہوتی ہے اور پھر وہ بھی وہی دعاء رحمت و برکت کے اضافے کے ساتھ جواب میں عرض کرتا ہے تو اس سلامتی رحمت و برکت کا تعلق صرف دنیاوی راحت، عیش و عشرت سے نہیں ہے، بلکہ آخرت، مغفرت و نجات کے لیے بھی ہے۔ اسی لیے کافر و مشرک کو السلام علیک کہنا جائز نہیں، اگر اس دعاے سلامتی کا تعلق صرف دنیاوی راحت و آرام تک ہوتا تو کافر و مشرک کو بھی ان الفاظ کے ساتھ سلامِ تحیت کرنے میں حرج نہیں ہوتا۔

اللہ کے اسماے صفاتی میں ایک نام ''سلام''، دینِ برحق ہمارا دین ''اسلام''، اسے قبول کرنے والی عقل ''سلیم'' اور جس نے تسلیم کیا وہ ''مسلم'' اور مسلم کا آغاز کلام سلامِ تحیت و دعاے سلامتی سے اور اصل سلامتی یہی ہے کہ صراطِ مستقیم پر چلتے ہوئے خاتمہ بالخیر ہو، حساب و جزا کے دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو، یہی مدارِ نجات و مغفرت ہے۔

حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کا چشمۂ فیض جاری ہے، جس کی ایک دھار ماہ نامہ اشرفیہ بھی ہے، جس سے دینی، علمی، روحانی سیرابی ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ فقط والسلام

محمد خلیل مصباحی چشتی، عزیز نگر، مبارک پور

ماہ نامہ اشرفیہ علوم و معارف کا گوہر لٹانے والا رسالہ

مدیر محترم ماہ نامہ اشرفیہ سلام مسنون

واقعی اس دور پر فتن میں ہمارا یہ مجلہ عوام الناس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ سنیت کو استحکام بخشنے کے ساتھ ساتھ علوم و معارف کے گوہر لٹا رہا ہے۔

اگر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام نہ دیا جائے تو اس کا وبال ہمارے ہی سر آئے گا۔ ہم نے لوگوں کو جھوٹ بولنے سے نہیں روکا تو ہم سے جھوٹ بولا جائے گا۔ غیبت اور بہتان سے منع نہ کیا تو کل ہم غیبت اور بہتان کے شکار ہوں گے۔ چوروں کو چوری سے نہیں روکا تو کل ہمارے سامان چوری ہو جائیں گے۔ شر پسند عناصر کی اصلاح نہیں کی تو ہم بھی عذاب و عتاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔

خود راقم سطور کے ساتھ ایک المناک واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ اللہ کے ایک برگزیدہ بندے کے عرس میں بندۂ ناچیز فیضان الٰہی سے مالا مال ہو رہا تھا کہ اسی اثنا اس کا موبائل غائب ہو گیا جو اس کی کل کائنات تھا۔ سم کے علاوہ اس میں بہت سی اہم چیزیں موجود تھیں۔ اس کے کھو جانے سے نظام زندگی درہم برہم ہو کر رہ گیا۔ کاتب سطور کو عظیم صدمہ پہنچا۔ پھر یہ آیت کریمہ یاد آئی :

وَ مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ اور تمھیں جو مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ (کنزالایمان)

آہ! اگر ہم نے اپنے معاشرے سے چوری کا خاتمہ کیا ہوتا تو ہمارا سرمایہ محفوظ رہتا۔ لیکن جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ اور یہ بھی سچ ہے۔

ہوا خدا سے وہ غافل تبھی پریشاں ہے

اللہ عز و جل مسلمانان اہل سنت کو قرآن و حدیث کا علم عطا فرمائے اور کتاب و سنت پر خود عمل کرنے اور شریعت کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ نیاز احمد نیازؔ، سنت کبیر نگر

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

امبیڈ کر نگر میں

حافظ ظہیر احمد صاحب،

مدرس مدرسہ ندائے حق، جلال پور، امبیڈ کر نگر

جمشید پور میں

مفتی عابد حسین مصباحی

مدرسہ فیض العلوم دھتکی ڈیہہ، بشٹو پور، جمشید پور (بہار)

رودادِ چمن

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جشن یومِ مفتیِ اعظم ہند کا انعقاد

۲۳؍ مارچ ۲۰۱۷ء بروز جمعرات الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں طلبۂ جماعت سابعہ کی جانب سے سالانہ جشن یومِ مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ منعقد ہوا، جس کی سرپرستی جامعہ اشرفیہ کے سربراہِ اعلیٰ علامہ عبد الحفیظ دام ظلہ العالی ، صدارت خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات اور قیادت محدثِ جلیل علامہ عبد الشکور مصباحی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے کی ۔ پروگرام کا آغاز بعد نماز عشا قرآن مقدس کی تلاوت سے ہوا اس کے بعد آقائے دو جہاں ﷺ کی بارگاہ میں نعتوں کے گل دستے پیش کیے گئے۔ ابتداءً طلبۂ اشرفیہ جنھوں نے تقریری مسابقے میں حصہ لے کر اول پوزیشن حاصل کی تھی ، انھوں نے عربی، اردو اور انگریزی زبان میں تمام سامعین کو خطاب کیا۔ پھر حضرت مولانا حبیب اللہ ازہری مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ نے حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی زندگی پر مفصل روشنی ڈالتے ہوئے آپ کی زندگی کے نمایاں اوصاف کو اجاگر فرمایا۔ انھوں نے کہا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند کی زندگی قرآن مقدس کی عملی تفسیر تھی۔ آپ نے کبھی بھی شریعت کے خلاف نہ کوئی کام کیا اور نہ کوئی گفتگو فرمائی، بلکہ آپ وہی کہتے جو شریعت کہتی ہے اور وہی کرتے جس کا شریعت حکم دیتی ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو اللہ رب العزت نے دیگر اوصاف کے ساتھ خدمتِ خلق کا جذبۂ بیکراں عطا فرمایا تھا۔ آپ کے سامنے جب بھی کوئی حاجت مند آتا تو آپ اس کی حاجت روائی فرمایا کرتے اور عام طور سے لوگ تعویذوں کے سلسلے میں آپ کی بارگاہ میں آیا کرتے تھے۔

اس موقع پر مہمانِ خصوصی کے طور پر تشریف لائے خانقاہ حلیمیہ ابو العلائیہ الہ آباد کے سجادہ نشیں اور ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے سابق مدیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شمیم احمد گوہر مصباحی نے اپنے خطاب میں اساتذۂ اشرفیہ اور طلبۂ جماعتِ سابعہ کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مادرِ علمی اور چمنِ حافظِ ملت جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ۳۲؍ برس کے بعد ناچیز کو حاضری کا شرف ملا۔ اشرفیہ کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں جو خاکہ میں لے کر آیا تھا اس سے کہیں عمدہ پایا۔ آپ نے حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات پر مختصر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیاتِ طیبہ سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے، آپ کی زندگی علم و عمل کا نمونہ تھی۔ اس کے بعد جامعہ اشرفیہ کے ناظمِ تعلیمات علامہ محمد احمد مصباحی کرسیِ خطابت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلے جماعتِ سابعہ کے طلبہ جشن مفتیِ اعظم ہند کے انعقاد پر مبارک باد پیش کیا اور فرمایا کہ تقریباً ۱۹۸۹ء میں طلبۂ جماعتِ سابعہ نے اس جشن کا آغاز کیا تھا، جس سلسلے کو اب تک طلبہ جماعتِ سابعہ بحسن و خوبی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے حضور مفتیِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر تفصیلاً اور مدلل روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند جماعت اہلِ سنت کے مرجع العلما والفقہا تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند نے کبھی بھی خلافِ شرع چیز کو برداشت نہیں کیا، بلکہ آپ جہاں کہیں خلافِ شرع کام ہوتے ہوئے دیکھتے تو فوراً اس پر نکیر فرماتے، خواہ خلاف شرع فعل انجام دینے والا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ آپ نے حضور مفتیِ اعظم ہند کی حیاتِ ظاہری کے متعلق بہت سے واقعات بیان فرمائے اور کہا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند کے جماعتِ اہلِ سنت اور خصوصاً جامعہ اشرفیہ پر بہت سے احسانات ہیں۔ اس لیے حضور مفتیِ اعظم ہند کا جشن منانا ہماری اور ادارے کی ذمہ داری ہے۔ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی پورنوی خلیفۂ مفتیِ اعظم ہند نے حضور مفتیِ اعظم ہند کے حوالے سے بیان کیا کہ "حضور مفتیِ اعظم ہند اپنے مدرسے "مظہر اسلام" بریلی شریف کے کلینڈر میں جامعہ اشرفیہ کے لیے چندے کی اپیل کیا کرتے تھے اور آپ اشرفیہ کی خدمات سے بہت متاثر تھے، خدمتِ دین کے سلسلے میں جو کچھ امید آپ کو تھی وہ اشرفیہ اور فارغینِ اشرفیہ ہی سے آپ کو تھی۔ اس کا اظہار اس طور پر ہوا کہ ایک بار جب آپ جامعہ اشرفیہ تشریف لائے تو علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ سابق نائب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کے حوالے سے حضور مفتیِ اعظم ہند سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو چھوڑ کر اور کس سے اس کام کی امید کی جا سکتی ہے۔ صدر العلما علامہ محمد احمد مصباحی کے خطاب کے بعد جامعہ اشرفیہ کے پرنسپل اور شعبۂ افتا کے صدر مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی نے بھی حضور مفتیِ اعظم ہند

علیہ الرحمۃ کے فضائل و مناقب بیان کیے اور فرمایا کہ حضور مفتیِ اعظم ہند از سر تا پا فقہ حنفی کے سچے پکے عامل تھے۔

طلبۂ جماعت سابعہ کی کئی سالوں سے یہ روایت رہی ہے کہ وہ اس تقریب کے موقع پر اپنی ذاتی رقوم سے کسی نادر و نایاب کتاب کی اشاعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور امسال اس موقع پر شائع ہونے والی کتاب "مجموعة خمسه كتب في مناقب الامام الأعظم أبي حنيفة النعمان" ہے جو تقریباً ۹۰۰؍ صفحات پر مشتمل ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح اور فقہی و حدیثی کارناموں کو محیط عربی زبان میں پانچ مستند کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ مزید دو اہم اردو کتابوں کا اجرا عمل میں آیا جن میں ایک تو طلبۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی قلمی انجمن "سالنامہ باغ فردوس" مبارک پور کا خصوصی شمارہ "مجتہدینِ اسلام" جلد اول (مجتہدین صحابہ و اہلِ فتویٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) زیر ادارت محمد ابو ہریرہ رضوی و رفقا) ہے۔ جس میں ۲۰؍ مجتہدین صحابہ اور ۹۴؍ مفتیانِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر جمیل شامل ہے۔ یہ کتاب ۶۷۴ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب حضور محقق مسائلِ جدیدہ کے مذہبی جلسوں اور اعراس میں بیان کردہ مسائل کا مجموعہ بنام "سراج الفقہا کی دینی مجالس" ہے۔ ان تینوں کتابوں کی رسم اجرا حضور سراج الفقہا کے دستِ مبارک پہ عمل میں آئی۔

واضح رہے کہ جماعتِ سابعہ کی جانب سے منعقد ہونے والے اس پروگرام میں ہر سال مختلف زبانوں اور متعدّد عناوین پر تحریری و تقریری مسابقے کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں طلبۂ اشرفیہ کے علاوہ قرب و جوار کے دیگر مدارس کے طلبہ بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اس مرتبہ تحریری مسابقے میں حصہ لینے والے طلبہ کی کل تعداد ۴۰۰ سے زائد تھی، جب کہ تقریری مسابقے میں ۳۵؍ کے قریب طلبہ نے حصہ لیا اور ۲۰؍ کے قریب کامیاب ہوئے۔ ہر عنوان کے تحت اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کو بیش قیمت اور خصوصی اور دیگر شرکا کو تشجیعی و ترغیبی انعامات سے نوازا گیا۔ اخیر میں جماعتِ سابعہ کے ممتاز طالب علم عبد المنان (شراوستی) نے ہدیۂ تشکر و امتنان ایسے دلگداز انداز میں پیش کیا کہ سامعین پر ایک رقت انگیز کیفیت طاری ہوگئی اور آنکھیں آبدیدہ ہوگئیں اور محترم کہف الوریٰ نے ترانۂ اشرفیہ پیش کر کے سامعین کو محظوظ کیا۔ پروگرام کی نظامت جامعہ اشرفیہ کے استاذ و مفتی زاہد علی سلامی مصباحی اور متعلّم محمد ریحان رضا مظفر پوری نے بحسن و خوبی انجام دیے۔ بعدہ صلاۃ و سلام اور دعا محفل کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی، مولانا نفیس احمد مصباحی، مفتی نسیم مصباحی، مولانا ساجد علی مصباحی، مولانا نعیم الدین عزیزی مصباحی، ڈاکٹر محب الحق امجدی، سب ایڈیٹر مولانا طفیل احمد مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، مولانا محمود علی مشاہدی مصباحی، مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی و جملہ اساتذہ و طلبۂ جامعہ موجود تھے۔

از: کلیم اشرف رضوی مظفر پوری، متعلم جامعہ اشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ میں ختم بخاری شریف

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے جماعت فضیلت کے طلبہ کے زیرِ اہتمام منعقد تقریب ختم بخاری شریف میں علامہ محمد احمد مصباحی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ نے درجۂ فضیلت کے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ آج آپ سب کے لیے جامعہ کے اندر یہ آخری درس ہے، آپ نے مشفق اساتذہ سے جو علم حاصل کیا ہے، اسی علم کے مطابق اپنی زندگی گذاریں۔ انھوں نے کہا کہ علم کے ساتھ ساتھ جس کے اعمال اچھے ہوں گے اسے دین و دنیا دونوں میں سرخروئی حاصل ہوگی۔ مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ نے بھی طلبہ سے خطاب کیا۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے پرنسپل مفتی محمد نظام الدین رضوی نے بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دینے کے ساتھ ہی دعا فرمائی۔ تقریب کا آغاز عابد رضا کی تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا، محمد فضل ربی نے نعت پاک کا نذرانہ پیش کیا۔ صلاۃ و سلام اور علامہ محمد احمد مصباحی کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔ پروگرام کی نظامت مولانا ساجد علی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے کی۔ الوداعیہ مسعود الحسن، ہدیہ تشکر محمد زبیر اور ترانۂ ختم بخاری فیضان سرور نے پیش کیا۔ اس موقع پر مولانا عبد الحق مصباحی، مولانا اختر کمال مصباحی، مولانا اختر حسین فیضی، مولانا غلام دستگیر مصباحی، مولانا ہارون مصباحی، مولانا عبد اللہ مصباحی، مولانا محمد جنید مصباحی، مولانا ازہر الاسلام، مولانا محمود احمد مشاہدی، مولانا اظہار النبی مصباحی، مولانا محمد اشہر مصباحی، مولانا شہروز عالم مصباحی اور مولانا عبد الرحمٰن مصباحی وغیرہ کے علاوہ کثیر تعداد میں اساتذہ اور طلبۂ جامعہ شریک تھے۔

از: رحمت اللہ مصباحی

خیر و خبر

مالوپور، شاہجہان پور میں فیضانِ قرآن کانفرنس

۲۵/ مارچ ۲۰۱۷ء میں جامعہ محمدیہ فیض العلوم مالوپور میں فیضانِ قرآن کانفرنس ہوئی، اس کانفرنس میں ۹/ حفاظ کی دستار بندی ہوئی، کانفرنس کی سرپرستی پیرِ طریقت حضرت شاہ محمد انور میاں بریلی شریف فرما رہے تھے، حمایت و قیادت محسنِ ملت الحاج عالیجناب محمد شرافت بھائی مقیمِ حال مسقط نے فرمائی، موصوف بطورِ خاص اس کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ آپ ایک بڑے کاروباری ہیں، آپ نے اس ادارے کے لیے کثیر دولت صرف فرمائی، جب کہ زیرِ عنایت الحاج فیاض علی اور منصبِ صدارت پر فائز تھے مولانا محمد سلیم رضا نوری، سایۂ کرم تھا پیکرِ اخلاق حضرت حافظ و قاری محمد انیس عطاری مبلغ دعوتِ اسلامی شاہ جہان پور۔

ناظمِ اجلاس مولانا ناظر رضا نے نمازِ عشا کے بعد اجلاس کا انعقاد کیا، تلاوتِ کلامِ ربانی کے بعد نعتوں کا سلسلہ جاری رہا، بیرونی خطبا میں مفکرِ اسلام حضرت علامہ مفتی مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کا نام سب سے اہم تھا، آپ کو ناظمِ اجلاس نے خطاب کے لیے مدعو کیا، حضرت نے ”قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ“ کو موضوعِ سخن بنایا۔ آپ نے ابتدائی تمہید کے بعد بڑے سنجیدہ لب و لہجے میں فرمایا کہ جس طرح انسانی زندگی کے لیے ہوا ضروری ہے اسی طرح روحانی زندگی کی بقا کے لیے نبی کریم ﷺ سے رشتہ ضروری ہے۔ یہ رشتہ جیسے جیسے مضبوط ہوتا جاتا ہے، ایمان کی مضبوطی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ صحابۂ کرام ہوں، تابعین اور تبعِ تابعین ہوں، غوثِ اعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ہوں یا خواجۂ خواجگاں حضور خواجہ غریب نواز ہوں روحانی قوت کے لیے اعضائے جسمانی کا مضبوط ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ روحانی قوت کے لیے اطاعتِ ربانی اور عشقِ نبوی کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔

حضرت خطیبِ عصر نے مزید فرمایا: یہ قرآن عظیم اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضور ﷺ پر نازل فرمایا، اس سے پہلے زبور، انجیل اور توریت جیسی عظیم کتب اور سو سے زائد صحائف نازل ہوئے۔ ان آسمانی کتب و صحائف میں ان کے ماننے والوں نے اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تبدیلی کر لی مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن عظیم کو نازل فرمایا تو حفاظت اپنے ذمۂ کرم میں لے لی۔ ”ارشادِ ربانی ہوا“ انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون ”بلا شبہ ہم نے ہی قرآن عظیم کو نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کی حفاظت کا انتظام بھی ایسا رکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے پورے قرآن کریم کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ اس وقت یہ حفاظ ہماری نگاہوں کے سامنے برائے دستارِ حفظ بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت نے مالوپور کے جامعہ محمدیہ فیض العلوم پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ کوئی چھوٹا سا ادارہ ہوگا، مگر دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ ہماری تفصیلی ملاقات الحاج محمد شرافت صاحب مقیم حال مسقط سے ہوئی، اساتذۂ کرام کی روایت کے مطابق اکثر اخراجات ان کے ہوئے ہیں، جب کہ مقامی طور پر الحاج فیاض علی صاحب کی بھی خدمات قابلِ صد افتخار ہیں۔ حضرت خطیبِ عصر نے فرمایا کہ آج ہم نے الحاج شرافت صاحب سے عرض کیا کہ آپ حضرات کب تک اسے اپنے اخراجات سے چلائیں گے، اس پر آپ نے فرمایا کہ اب ہم نے کہہ دیا ہے کہ دیگر حضرات بھی تعاون دے سکتے ہیں۔ حضرت خطیبِ عصر نے اعلان فرمایا کہ اب آپ تمام حضرات بھی اپنا تعاون دے سکتے ہیں۔ یہ اعلان سن کر سامعین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

دوسرا ولولہ انگیز خطاب خطیبِ اہلِ سنت مولانا گلفام رضا رام پوری نے فرمایا، دیگر علما میں مولانا محمد عامر رضا مصباحی، قاری محمد رئیس احمد، قاری محمد امین، قاری محمد فرمان خاں مدرس جامعہ محمدیہ فیض العلوم، مالوپور۔ صلاۃ و سلام اور دعا کے بعد کانفرنس ختم ہوئی۔

از: محمد اجمل اویسی، پرنسپل جامعہ محمدیہ فیض العلوم، مالوپور، جلال آباد، ضلع شاہجہان پور

میرا روڈ ممبئی میں غوثیہ تعلیمی کانفرنس

مورخہ ۸/ اپریل ۱۷ء بروز سنیچر بعد نماز مغرب امام احمد رضا چوک نیا نگر میرا روڈ میں جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ میرا روڈ کے جشن دستار بندی کے موقع پر منعقد ۱۲/ واں تعلیمی اجلاس ”غوثیہ تعلیمی کانفرنس“ کے مقرر خصوصی حضرت مولانا محمد مختار الحسن قادری (شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد یوپی) نے مدلل بیان میں فرمایا:

تفصیلات کے مطابق مذکورہ اجلاس حضرت مفتی سلیم اختر کی صدارت، حضرت مولانا مثنی اشرفی کی قیادت اورحضرت مولانا اختر حسن قادری کی حمایت میں دو نشستوں میں ہوا، قاری سرفراز اشرفی (مدرس ادارہٰذا) کی نظامت میں پہلی نشست کا آغاز بعد نماز مغرب مدرسہ کے ایک طالب علم محمد ریحان رضا کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جامعہ کے کئی طلبہ نے نعتیں اور تقریریں پیش کیں۔ نماز عشا کے بعد دوسری نشست کا آغاز ہوا جامعہ کے ایک ہونہار طالب علم محمد بلال شیخ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، حضرت حافظ و قاری طاہر رضا (ماہم) اورمفتی ابوالقاسم رضوی (گوریگاؤں) کے بیانات ہوئے، بانی ادارہ مولانا محمد اختر علی واجد القادری نے ادارہ کا تعارف پیش کرتے ہوئے سامعین کو بتایا کہ جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ ۲۰۰۴ء میں قائم ہوا، الحمدللہ روز اول سے آج تک اپنا تعلیمی سفر جاری رکھا ہے، اب تک درجنوں حفاظ و قراء فارغ ہو چکے ہیں اور سینکڑوں طلبہ اپنی علمی تشنگی بجھا چکے ہیں، ۵/ طلبہ کی دستار بندی ہوئی، ناظم ادارہ حضرت مولانا حکیم محمد نذیر احمد رضوی نے نعت و منقبت پیش کی، مقرر خصوصی حضرت مولانا محمد مختار الحسن قادری نے عصر حاضر اور علم دین کی ضرورت و اہمیت کے عنوان پر مغز خطاب فرمایا: لوگ علم دین اور مدارس کو کس تناظر میں دیکھ رہے ہیں مولانا موصوف نے اپنے موضوع پر بھر پور خطاب کے بعد یہ بھی کہا کہ جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ انہی تعلیمات کو فروغ دینے کی کوشش کر رہا ہے، آپ لوگ اس کا ساتھ دیجیے، اس کے ارکان کے ساتھ مل کر فروغ علم دین کے لئے کام کیجئے، عشق رسول کا چراغ روشن کیجیے، عظمت مصطفی ﷺ کا پرچم بلند کیجئے۔

تقریباً رات ساڑھے گیارہ بجے کانفرنس ختم ہوئی، مولانا نذیر احمد رضوی نے صلاۃ وسلام پڑھا، قائد اجلاس حضرت مولانا محمد مثنی اشرفی دعا کی۔ کانفرنس میں جن ائمہ مساجد، نظمائے جامعات، اہل علم و دانش حضرات نے شرکت کی ان میں سے چند کے نام یہ ہے، مفتی ظہیر القادری جامعی اشرفی ساکی ناکہ، قاری شوکت علی، مولانا عبد الکریم، مولانا زین العابدین کلیان، مولانا فضل الرحمٰن بھیونڈی مولانا اسحاق عالم، مولانا تہذیب، قاری نواب علی، قاری حبیب الرحمٰن، قاری آصف رضا، قاری غفران، حافظ شمس، مولانا مرغوب، مولانا ریاض الدین، مولانا عطاء الرحمٰن، حافظ رضا الحق، مولانا مفیض الدین میرا روڈ، مولانا انتخاب گورے گاؤں، نریش پاٹل نگر سیوک، سید مظفر حسین سابق ایم ایل سی، ڈاکٹر کمل مینائی، آصف انصاری، طاہر شیخ، شاہد شیخ۔

از: اختر خیر۔ akhtarkhair@gmail.com

’’برکاتِ خواجہ‘‘ کی رسم اجرا

موجودہ دور میں زوال پذیر اخلاقی اقدار، معاشرتی بے اعتدالی کے تناظر میں ہماری ذمہ داری ہے کہ اصلاح وفلاح کے مبارک جذبے کے ساتھ اولیائے کرام بالخصوص سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو اجاگر کریں۔ نئی نسل کی فکری تربیت اور حوصلہ مند جذبات کی تشکیل کے لیے خواجہ غریب نواز کے اخلاق وتقویٰ کی جھلک دکھائی جائے۔ اس سلسلے میں نوری مشن نے اہم کارنامہ انجام دیا کہ ’’برکاتِ خواجہ‘‘ کے نام سے ۶۴/صفحات پر سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی خدمات و تعلیمات کا گلدستہ شائع کیا اور ایسی عمدہ و دیدہ زیب کتاب کو بلاقیمت عوام تک پہنچایا۔ اس طرح کا اظہار خیال مولانا عبدالحی نسیم القادری (ساؤتھ افریقہ) نے رضا لائبریری پر منعقدہ عرس غریب نواز کی نشست میں فرمایا۔ ۵/ اپریل کی شب منعقدہ اس باوقار نشست کی صدارت مولانا نیاز احمد مالیگ رضوی (یوکے) نے کی۔ اس موقع پر نوری مشن سے وابستہ طلبا نے دونوں علما کا استقبال کیا۔ معاشرتی اصلاح کے عنوان پر مصلح قوم مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری (المجمع الاسلامی مبارک پور) کی تحریر کردہ کتاب ’’برکاتِ خواجہ‘‘ کا اجرا حضرت مولانا عبدالحی نسیم القادری کے دست اقدس سے عمل میں آیا۔ واضح ہو کہ یہ نوری مشن کی ۹۲/ویں اشاعت ہے۔ موصوف نے اس موقع پر کہا کہ صالح اور مفید لٹریچر کی تسلسل سے اشاعت میں مشن نے عالمی سطح پر اپنا معیار قائم کیا ہے۔ استدلال و متانت اہم خوبی ہے جس کا اعتراف دانشور طبقہ کرتے رہتا ہے۔ علم و تحقیق کے میدان میں نوری مشن نے کئی کامیاب کوششیں کی ہیں۔ مولانا نیاز احمد مالیگ نے کہا کہ خواجہ غریب نواز کی تعلیمات کو تحریری صورت میں منظر عام پر لانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس کام کی مالیگاؤں میں بنیاد نوری مشن نے ڈالی اور اسلاف کے تذکروں کو عامۃ المسلمین تک پہنچایا۔ نشست میں حمد و نعت و مناقب کے نذرانے پیش کیے گئے۔ سلام باقیام کے بعد دعا فدائے اہلسنّت نے کی۔ اس موقع پر غلام مصطفی رضوی، عتیق الرحمن رضوی، وسیم احمد رضوی، فرید

رضوی، محمد سعید رضا، جنید رضا، شہباز اختر رضوی، جاوید رضوی سمیت ارکان مشن موجود تھے۔

از:غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں

پھلواری شریف میں تحفظ سنیت کانفرنس

پھلواری شریف (پی آر): تاج نگر پھلواری شریف میں عظیم الشان تحفظ سنیت کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس کی صدارت فقیہ ملت پیر طریقت مفتی محمد حسن رضا نوری نے کی۔ مولانا جمال رضا قادری نے پر مغز خطاب میں کہا کہ نبی کریم ﷺ کی آمد پوری دنیا کے لیے باعث رحمت ہے۔ آپ رحمتِ دوجہاں بن کر اس روے زمین پر تشریف لائے شریعت محمدی کی پیروی ہی ایمان کی اصل جز ہے۔ اور اسی سے دن وآخرت سنورتی ہیں۔ جبکہ مولانا عبد المصطفیٰ ردودھولوی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن اور سنت پر عمل کے بغیر زندگی کا مقصد بے معنیٰ ہے۔ اس لیے ایمان والوں قرآن کے بتائے ہوئے راستے پر اپنی بیش قیمتی زندگی جو اللہ کی نعت عظمیٰ ہے گزارے۔ جب کہ حضرت مفتی حسن رضا نوری نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ علماے کرام اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی انجام دیں۔ کیوں کہ ان پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ نئی نسل کو جہاں دینی تعلیم سے مزین کرا سے اسلام کا سپاہی بنائے۔ وہیں صالح معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ کانفرنس میں علماے کرام کا نورانی قافلہ امنڈ پڑا تھا۔ جبکہ شعراے کرام میں سید صدف سعید، محمد اسلام نے بارگاہ رسالت میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔ اس موقع پر مولانا ارمان رضا، ڈاکٹر صلاح الدین، سابق مکھیا غیاث الدین، محمد آرزو، محمد قیام الدین، محمد ذاکر، حافظ اشفاق وغیرہ نے پروگرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

از:افضال رضوی afzalzv@gmail.com

مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن میں جان ایمان کانفرنس ودستار حفظ وقرأت

علم انسان کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ مدارس علم کی اشاعت کے ساتھ اسلام وسنیت کے تحفظ کا ذریعہ ہیں اس لیے مدرسوں کو مستحکم کرنا اور ان کی تعمیر وترقی کے لیے جد وجہد کرنا بے حد ضروری ہے۔ ان خیالات کا اظہار خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے سجادہ نشین رفیق ملت سید نجیب حیدر میاں قادری نوری برکاتی نے کیا۔ وہ یہاں مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج کے تحت پٹیل پارک میں منعقد عالی شان "جان ایمان کانفرنس ودستار حفظ وقرأت" کو خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ صالح معاشرہ کی تشکیل کے لیے ایک دوسرے کے حقوق کو پہچاننا لازم اور ضروری ہے۔ شوہر بیوی کے حق کو ادا کرے، بیوی شوہر کے حقوق ادا کرے، اولاد ماں باپ کے حقوق کو ادا کریں، والدین اپنی اولاد کے حقوق کو ادا کریں تو سماج میں انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ مسلمان فضول خرچی سے بچیں اور ان پیسوں سے معاشرے کے غریب وکمزور افراد کی مدد کریں۔ خانقاہ برکاتیہ کے بزرگوں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے درمیان دینی وروحانی تعلق کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت نے نہ صرف اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دنیا کو روشناس کرایا بلکہ اہل بیت، اولیاے کرام اور خانقاہوں کی عظمتوں کا بھی تحفظ کیا۔ انھوں نے کہا کہ آج کچھ لوگ صرف نبی اور علی سے محبت کا دم بھر رہے ہیں جب کہ نجات کے لیے نبی اور علی کے ساتھ تمام صحابہ سے محبت ضروری ہے۔ ایک غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ علی کا پہلا مقام ہے لیکن اہل بیت میں، صحابۂ کرام میں سب سے بلند رتبہ صدیق اکبر کا ہے پھر فاروق اعظم، عثمان غنی اور اس کے بعد مولیٰ علی کا ہے۔ ادارہ کے اساتذہ واراکین کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے سید نجیب میاں نے کہا کہ مدرسہ حنفیہ اب محتاج تعارف نہیں رہا خود ہمارے ادارے میں اسی مدرسہ کے فارغین تدریسی خدمات پر مامور ہیں۔ مفتی شمشاد احمد نے کہا: تابعین کی جماعت میں اللہ نے امام اعظم ابو حنیفہ کو فقاہت کا تاجدار بنایا۔ ۱۹ویں صدی میں فقہ وفقاہت کا غیر معمولی جلوہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ذات میں بھی نظر آتا ہے۔ مولانا ذوالفقار احمد برکاتی ممبئی نے کہا کہ دینی تعلیم کا سیکھنا بقدر ضرورت فرض ہے اس کے بغیر فرائض وواجبات کی ادائیگی ممکن نہیں۔ مسلمان اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کریں۔ قاری دانش رضا متعلّم مدرسہ ہٰذا نے "علم تجوید کی ضرورت واہمیت" پر جامع روشنی ڈالی۔ مفتی محمد حنیف برکاتی، مولانا ریاض احمد خاں نے بھی خطاب کیا۔ کانفرنس کا آغاز قاری محمد ظفیر رضوی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ قاری تہذیب رضا، قاری اجمیر علی، قاری محمد ظہیر نے نعت ومنقبت پیش کی۔ صدارت مفتی حبیب اللہ نعیمی بلرامپوری قیادت ادارہ کے صدر المدرسین قاری ذاکر علی قادری اور نظامت قاری جمیل احمد نظامی نے کی۔ اس موقع پر شعبۂ قرأت بروایت شعبہ ۸/ بروایت حفص ۱۴/ اور

شعبۂ حفظ کے ۱۶ر کل ۶۵ر طلبہ کی علما و مشائخ کے ہاتھوں دستار بندی ہوئی ۔صلوٰۃ و سلام کے بعد مفتی حبیب اللہ نعیمی کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔اس موقع پر مولانا قمر عالم شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ جمداشاہی، مولانا سید فاروق چشتی دیویٰ شریف، قاری محمد سلیم نعیمی، قاری رئیس احمد خاں، قاری خلق اللہ خلیق فیضی، قاری نثار احمد مینائی، مولانا محفوظ الرحمٰن نوری ، مولانا شہاب الدین خاں گونڈہ ، قاری زین العابدین نعیمی ، مفتی احتشام عالم قادری، قاری محمد مسلم قادری، قاری کوثر علی قادری، قاری شاکر علی قادری، قاری عبد الرشید دار العلوم وارثیہ، قاری محمود الحسن حشمتی، مولانا خالد، مفتی ثناء المصطفیٰ، قاری روشن علی قادری کے علاوہ دیگر مدارس کے اساتذہ، ائمہ مساجد اور کثیر تعداد میں معززین موجود تھے۔ادارہ کے منیجر حاجی محمد افتخار حسین برکاتی اور صدر سید رسول حسن برکاتی نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

از: محمد عرفان قادری
استاذ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

نیپال میں عظیم الشان عرس

مورخہ ۱۹/ ۲۰/ مارچ ۲۰۱۷ء کو سرزمینِ علی پٹی پر جامعہ امانیہ امان الخائفین کے زیرِ اہتمام قطبِ نیپال ، استاذ العلما والحفاظ حضرت علامہ الحاج الشاہ حافظ محمد زاہد حسین علیہ الرحمہ کا ۲۳/واں عرس مقدس زیرِ سرپرستی پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مناظرِ اہلِ سنت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی شیخ الحدیث دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی اور زیرِ صدارت حضرت مولانا الشاہ محمد سعادت حسین اشرفی ناظمِ اعلیٰ جامعہ امانیہ علی پٹی اور زیرِ قیادت قاضی القضاۃ حضرت الحاج الشاہ مفتی محمد عثمان رضوی شیخ الحدیث مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور دھام اور زیرِ نظامت ماہرِ سیاست حضرت الشاہ مولانا محمد الیاس منظری صدر المدرسین جامعہ امانیہ علی پٹی بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا، جس میں ہند و نیپال کے کثیر عوامِ اہلِ سنت کے علاوہ بے شمار علما و خطبا، شعرا اور مشائخِ عظام نے شرکت کی، مناظرِ اہلِ سنت حضرت علامہ الشاہ مفتی عبد المنان کلیمی شہر مفتی مراد آباد (یوپی) نے دوسرے دن انتہائی علمی اور احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے لبریز خطاب فرمایا۔ آپ نے حضرت زاہد ملت کی علمی اور تبلیغی خدمات پر روشنی ڈالی اور ان کے مخالفین اور معاندین کی بھی خوب خبر لی۔ آپ نے باضابطہ نام لے کر ایک نیپالی عالم کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ شخص کیا مناظرہ کرے گا جسے اپنے ادارے سے مسلسل الزامات کے بعد رخصت کر دیا گیا ہو۔

آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے وہ تین بار ناکام ہو چکا ہے اور وہ اپنے گاؤں میں بھی ناکام ہے۔

شہنشاہِ خطابت ، تاجدارِ بلاغت، فخرِ صحافت، نازِ سنیت حضرت علامہ الشاہ مفتی مبارک حسین مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے دونوں دن خطابات فرمائے۔ آپ نے فکر انگیز تمہید کے بعد دنیا سے گزر چکے مشائخِ نیپال کا ذکر فرمایا اور موجودہ علمائے اہلِ سنت کی خدمات کا ذکرِ خیر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ جان کر بیحد مسرت ہوئی کہ نیپال میں فرزندانِ اشرفیہ کی ایک لمبی تعداد ہے۔ آپ نے تفصیل سے تاریخِ وہابیت کو بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ملک ہندوستان میں قریب پانچ سو برس تک ہر مسلمان سنی تھا مگر جب انگریزوں نے چاہا کہ مسلمانوں کو لڑاؤ اور حکومت کرو تو اس نے باضابطہ مولوی اسماعیل دہلوی کو منتخب کیا اور اس سے تقویۃ الایمان کتاب تحریر کرائی، اسی کے بطن سے غیر مقلدیت اور دیوبندیت نکلی اور آج عالم یہ ہے کہ یہ دونوں باطل فرقے ناسور کی طرح مسلم سماج میں بڑھ رہے ہیں اور اس کے اثرات نیپال وغیرہ ممالک میں بھی داخل ہو رہے ہیں۔ صد قابلِ مبارک باد ہیں علمائے نیپال جنھوں نے جہالت و خیانت کے ماحول میں عشقِ رسول ﷺ اور محبتِ اولیا کے چراغ روشن کیے۔ آپ کے خطاب کے بعد علما و سامعین میں حیرت انگیز اشتیاق تھا۔

غازیِ ملت حضرت مولانا غلام رسول بلیاوی اور پیرِ طریقت حضرت مولانا الشاہ بابا نور القادری کشن گنج بہار اور استاذ الشعرا حضرت راہی بستوی جنھوں نے حضور زاہدِ ملت کی شخصیت اور مسلک اعلیٰ حضرت پر فصاحت و بلاغت سے لبریز خطاب اور نعتیہ شاعری پیش کر کے سامعین کے قلوب کو خوب خوب منور و مجلیٰ فرمایا

ساتھ ہی حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کی ذات پر لکھی گئی ایک عظیم کتاب (مصنف مولانا محمد عطاء النبی مصباحی) بنام حیاتِ زاہدِ ملت کا رسم اجرا بھی مقدس علما اور مشائخِ عظام کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ نیز پیرِ طریقت ، حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی نے ہند و نیپال کے ۱۱ر نوجوان متحرک و فعال علمائے کرام کو خلافت و اجازت سے نوازا، اس کے بعد صلاۃ و سلام اور حضرت فخرِ نیپال کی دعا پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

از: محمد داؤد حسین رضوی مصباحی، مہوتری، نیپال